لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

ہماری تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جبتک دل کی عزیمت سے اسپر پورا پورا عمل نہ ہو۔پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وُہ اُس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے مَیں اُسکو بچاؤنگا۔اِسجگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وُہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے رُوحانی گھر میں داخل ہیں۔پیروی کرنے کیلئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ انکا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اُس کا بیٹا۔وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دُور ہے۔اور باوجود ایک ہونے کے اُسکی تجلّیات الگ الگ ہیں۔انسان کیطرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اسکے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے۔اور ایک نئی تجلّی کے ساتھ اُس سے معاملہ کرتا ہے۔اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا

THE AHMADIYYA GAZETTE is published by the **AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., at the local address 31 Sycamore St, P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO. 45719**. Postmaster: Send address changes to:

AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCCEY, OH 45719-0226

ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیّر اور کمالِ تام رکھتا ہے۔ لیکن انسانی تغیّرات کے وقت جب نیکی کی طرف
انسان کے تغیّر ہوتے ہیں۔ تو خدا بھی ایک نئی تجلّی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت
کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلّی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے
وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق علوت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور
معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اِس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر
اور اپنے آراموں پر اور اپنے کُل تعلّقات پر اُسکو مقدم رکھو۔ اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اُس کی
راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دُنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اُسکو مقدّم نہیں رکھتی مگر تم اُسکو
مقدم رکھو تا تم آسمان پر اُسکی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔
مگر تم اُس حالت میں اِس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اُسمیں کچھ جُدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی
اُسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اُسکی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت
مُراد یابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں
وہ خدا ظاہر ہو گا جس نے مدّت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اِس پر عمل کرے اور اُسکی
رضا کا طالب ہو جائے اور اُسکی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو
کہ یہ تمہاری ترقّی کا ذریعہ ہے اور اُسکی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو
اور اُسکے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے
کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب
اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے
بھیڑیے ہیں۔ بہت ہیں جو اُوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اُسکی جناب میں قبول
نہیں ہو سکتے جبتک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر
نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُنکی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی
سے اُن پر تکبّر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی
پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دُنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اُسی کے

(باقی صفحہ ۵ پر)

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ
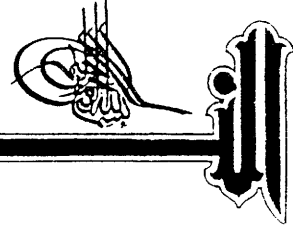
النور

ستمبر ۱۹۹۷ء ــــ تبوک ۱۳۷۶ ہش

فہرست مضامین

نگران: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد امیر جماعت امریکہ

مدیر: سید شمشاد احمد ناصر

القرآن الحکیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۞ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۞ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۞
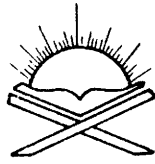
اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور چاہیئے کہ ہر جان اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے بھی اُن کو اپنی جانوں کا فائدہ بھلا دیا یہ لوگ طاعت سے باہر نکلنے والے ہیں۔ دوزخی اور جنّتی برابر نہیں ہو سکتے۔ جنتی لوگ ہی کامیاب ہیں۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تقویٰ و طہارت اور شبہات سے اجتناب

— عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ۔ (مسلم کتاب الزھد والرقاق)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اللہ تعالیٰ اس انسان سے محبّت کرتا ہے جو پرہیزگار ہو، بے نیاز ہو، گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنیوالا ہو۔

— عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ کُنْ وَرِعًا تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَکُنْ قَنِعًا تَکُنْ اَشْکَرَ النَّاسِ وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَاَحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَاَقِلَّ الضَّحِكَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِكِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد باب الورع والتقوی)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ابوہریرہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر۔ تُو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ قناعت اختیار کر تُو سب سے بڑا شکرگزار شمار ہوگا۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے۔ جو تیرے پڑوس میں بستا ہے، اس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو تو سچے اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔ کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مُردہ بنا دیتا ہے۔

ہو جاؤ۔ اور اُسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اُسکے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھُوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اُسکی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وُہ خدا جو تمہارا خدا ہے اُس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ۔ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وُہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دیگی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پُورا پُورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جسکے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھُوٹے کی طرح تذلّل کرو تا تم بخشے جاؤ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اُسمیں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اِن باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وُہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اُس کا مجھ میں حصّہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وُہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبّر اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اُسکے نام کیلئے غیرتمند نہیں اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتّوں یا چیونٹیوں یا گدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دُنیا سے آرام یافتہ ہیں وُہ اُس کا قرب حاصل نہیں

کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اُس سے دُور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اُس سے بیخبر ہے۔ وُہ جو اُسکے لئے
آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا۔ وُہ جو اُسکے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اُسکے لئے دُنیا سے
توڑتا ہے وہ اُسکو ملیگا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا
وہ بھی تمہارا دوست بنجائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا
آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُسکے ہو جاؤ تا وُہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دُنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ
ہے جنمیں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو۔ تا وُہ یہ بلائیں تم سے دُور رکھے۔
کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جبتک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دُور نہیں ہوتی جبتک آسمان سے
رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے
ممانعت نہیں ہے مگر اُنپر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے۔ اور آخر وُہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی
طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ
قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دینگے
وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُنکو
آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام
آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ
سچی محبت اِس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر
تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وُہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات
وُہ ہے کہ اسی دُنیا میں اپنی رَوشنی دِکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ
کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ
رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی
ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور رُوحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر کار اسکی رُوحانی فیض رسانی سے
اِس مسیح موعود کو دُنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا

کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جبتک کہ محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح رُوحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے
لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہو کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ
اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ۔[له] موسیٰ نے وہ متاع پائے جسکو قرونِ اُولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
وہ متاع پائے جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہو مگر شان میں
ہزار ہا درجہ بڑھکر۔ مثیلِ موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر۔ اور مثیلِ ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر۔ اور وہ مسیح موعود
نہ صرف مُدت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا* جیسا کہ مسیح
ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی
حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا۔ سو وہ مَیں ہی ہوں۔ خدا جو چاہتا ہو کرتا
ہے۔ نادان ہو وہ جو اُس سے لڑے۔ اور جاہل ہو وہ جو اسکے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں
بلکہ یُوں چاہیئے تھا۔ اور اُس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی
زیادہ ہیں۔ ازاں جملہ ایک طاعون بھی نشان ہو پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہو اور سچے دل
سے میرا پیرو بنتا ہو اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہو وہی ہو جو ان
آفتوں کے دنوں میں میری رُوح اسکی شفاعت کریگی۔ سو اَے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری
جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی
راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو
دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہو وہ
زکوٰۃ دے اور جسپر حج فرض ہو چکا ہو اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو
بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہو۔ ہر ایک
نیکی کی جڑ تقویٰ ہو۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہو کہ انواع
رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ

له الفاتحة: ۶-۷

* یہودی اپنی تاریخ کی رُو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا۔ دیکھو یہودیوں کی تاریخ۔ منہ

ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا۔ سو تم اُسکو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اُسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سُست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چُن لیتا ہے جو اُسکو چُنتا ہے۔ وہ اُسکے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس جاتا ہے۔ جو اُسکو عزت دیتا ہے وہ بھی اس کو عزت دیتا ہے +

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اُسکی طرف آجاؤ۔ کہ وہ تمہیں قبول کریگا۔ عقیدہ کے رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جُدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہوسکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔ یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور اسمیں دوئی نہیں آئی۔ اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خان یار *

---

* عیسائی محققوں نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ

میں اُسکی قبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے۔ اور اگر اس آیت کے اور معنے ہیں تو عیسٰی بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے؟ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیساکہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں۔ تو گویا قرآن نے اسکے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مریگا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی۔ مگر سارے قرآن میں عیسٰی کے مرنے کی خبر نہ دی۔ اسمیں کیا راز ہے؟ اور اگر کہو کہ عیسٰی کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ[1]* سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مرچکے ہیں۔ غرض اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے یہ معنے ہیں کہ مع جسم زندہ عیسٰی کو آسمان پر اُٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جس کی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا۔ گویا خدا نے اُسکو ہمیشہ کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ نالوگ مُشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا نا لوگوں کو گمراہ کرے۔ خُوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی۔ سو اِس سے فائدہ کیا کہ برخلافِ تعلیم قرآن اُسکو زندہ سمجھا جائے۔ اُسکو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اُسکو مُردوں میں دیکھ لیا۔ اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے؟ کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو؟ یہ کیا دین ہے؟ اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ مَیں نے مُردہ رُوحوں میں عیسےٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اِس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف

[1] المائدۃ : ۱۱۸

* اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پھر دُنیا میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ دُنیا میں آنے والے ہوتے تو اِس صورت میں یہ جواب حضرت عیسٰی کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا جو اُسکو خدا جانتے تھے اور صلیب کو توڑا اور تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جنابِ الٰہی میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ منہ

جیساکہ قرآن کو* چھوڑتے ہیں ویساہی سُنّت کو بھی چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ مرنا ہمارے نبی ؐ کی سُنّت ہے۔ اگر عیسٰی زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول ؐ کی بے عزّتی تھی۔ سو تم نہ اہلِ سُنّت ہو نہ اہلِ قرآن جبتک عیسٰی کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور مَیں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم مَیں مسیح ابن مریم کی بہت عزّت کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں روحانیت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیساکہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کیلئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسٰی کے سلسلہ میں ابنِ مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔ سو مَیں اُس کی عزّت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مَیں مسیح ابن مریم کی عزّت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح مَیں تو اُسکے چاروں بھائیوں کی بھی عزّت کرتا ہوں* کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ مَیں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدّت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگانِ قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم

---

* نوٹ۔ قرآن شریف نے ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیساکہ فرماتا ہے وَاٰوَیْنٰہُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ یعنی ہم نے عیسٰی اور اسکی والدہ کو ایک ایسے ٹیلہ پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا۔ سو اس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اَوٰی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسٰی اور اسکی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دیجاتی۔ پس متعیّن ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسٰی اور اُسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اُس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

* حاشیہ: - یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔ چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا[1]۔ یعقوب[2]۔ شمعون[3]۔ یوزس[4]۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے آسیا[1]۔ لیدیا[2]۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶۔ منہ

توریت علین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں
بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف
نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت
میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔

اِن سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت
کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔
دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا
کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو
ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص
جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں
پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص
پُورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے اور قمار بازی سے۔ بدنظری سے
اور خیانت سے۔ رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلافِ قرآن
نہیں ہیں اُنکی بات کو نہیں مانتا اور اُنکی تعہدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
جو شخص اپنی اہلیہ اور اسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت
میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت
میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ

میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش
آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت
کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع
مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص
امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کیلئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔
دروغگو۔ جعلساز اور انکا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانیوالا جو اپنے
افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم اِن زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی
ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے
وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دِلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے
دِلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دِلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے
وفاداری کا عہد باندھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا انکو
رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق
ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے۔ کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا اُن کی حمایت میں۔ کون
خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک
گنہگار اور بد باطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے۔ کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے
آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اُس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و
نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ انکے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائیگا وہ خدا نہایت
وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اُسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دُنیا چاہتی ہے کہ اُن کو
کھا جائے اور ہر ایک دشمن اُنپر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو اُن کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی

جنگ سے انکو بچاتا ہو اور ہر ایک میدان میں انکو فتح بخشتا ہو۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا **دامن نہ چھوڑے**۔ ہم اسپر ایمان لائے۔ ہم نے اُسکو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا **وُہی خدا ہی** جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جسنے میرے لئے **زبردست نشان** دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کیلئے **مسیح موعود** کرکے بھیجا۔ اُس کے سوا کوئی خُدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اُسپر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہو۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وُہی خدا ہے اسکے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جسکو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جسکو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وُہی جو اُسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جسپر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں اُنکی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اُسکی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو اُن سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ انکی حالت ہے۔ لیکن جب تُو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہو کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہو تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قُدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رُویت سے ہی نہ بطور قصہ کے۔ اُس شخص کی دُعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اُسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اُسکے نزدیک قانونِ قُدرت کے مخالف ہیں۔ دُعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان! تُو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جسنے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُسپر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائیگا۔* بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں۔ مگر وُہی

---

* خدا کسی کام میں عاجز نہیں آتا۔ ہاں خدا کی کتاب نے دُعا کے بارہ میں یہ قانون پیش کیا ہو کہ وہ نہایت رحم سے نیک انسان

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ دوسروں پر جو اسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُسکے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو۔** کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ مَیں کیا کروں اور کس طرح اِس خوشخبری کو دِلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دَوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کیلئے لوگوں کے کان کُھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اُسکے منصوبے کو توڑیگا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اُس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دُنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے

کے ساتھ دوستوں کی طرح معاملہ کرتا ہے۔ یعنی کبھی تو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اُسکی دعا سنتا ہے جیسا کہ خود فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[1]۔ اور کبھی کبھی اپنی مرضی ہی منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ[2] ایسا اِس لئے کہ تا کبھی انسان کی دُعا کے موافق اس سے معاملہ کر کے یقین اور معرفت میں اسکو ترقی دے اور کبھی اپنی مرضی کے موافق کر کے اپنی رضا کی اس کو خلعت بخشے اور اُس کا مرتبہ بڑھاوے اور اُس سے محبت کر کے ہدایت کی راہوں میں اُس کو ترقی دیوے۔ منہ

[1] المؤمن: ۶۱ [2] البقرۃ: ۱۵۶

اسکی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اسکے کچھ بھی نہیں اور
نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں۔
اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مُردار
کھاتے ہیں انہوں نے مُردار پر دانت مارے۔ وُہ خدا سے بہت دُور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی
اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت
نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی رُوح اُنمیں سے ایسی نکل گئی جیساکہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔
اُنکے اندر دُنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُنکے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دئے ہیں۔ پس تم اُس جذام
سے ڈرو۔ مَیں تمہیں حدِ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر
قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے
اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا
کر سکتے ہو مگر اُسکے اِذن سے۔ ایک مُردہ اسپر ہنسی کریگا۔ مگر کاش اگر وہ مَر جاتا تو اس ہنسی سے
اُس کیلئے بہتر تھا۔ خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر اُنکی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دُنیا کے
منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے۔ آؤ ہم بھی اُنہی کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اُس
خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بُلاتا ہے۔ اُن کا خدا کیا چیز ہے۔ صرف ایک
عاجز انسان۔ اِس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ مَیں تمہیں دُنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں
روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ
تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دُنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے
لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے
ہی اُترتی ہے۔ تم راستباز اُسوقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک
مشکل کے وقت قبل اسکے جو تم کوئی تدبیر کرو۔ اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ
ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب رُوح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی
راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور

ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وُہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ اُنکے پیرو مت بنجاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یکدفعہ گرینگی۔ اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اُس سے مدد نہیں مانگو گے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دُنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دُنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دِل لگاتا ہے اور دُنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دُنیا کے دروازے اسپر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رُو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دُنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دُنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہے۔ مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیساکہ پہلا۔ کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اُس حیّ و قیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہیں بلکہ لاپروا ہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُنکو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے۔ اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اس دُنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور اُن کو عزّت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔ سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھلایا ہے۔ ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اِس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہیں۔ اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو؟ کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں؟ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں؟ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائیگا؟ بلکہ سچا فلسفہ روح القدس

سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم رُوح کے وسیلہ سے اُن پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔ اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے۔ وُہ جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا؟ وُہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھا دیگا؟ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے۔ پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈھتے ہو۔ جن کی رُوحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جنکو خود تسلّی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلّی دے سکتے ہیں۔ مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے۔ پہلے صدق وصفا ضروری ہے۔ پھر بعد اسکے یہ سب کچھ تمہیں ملیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔* اور رُوح القدس اب اُتر نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر رُوح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اُنمیں داخل ہو۔ تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اُس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا۔ جبکہ خدا نے دُنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں۔ تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جنکی اِسوقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں انکے لینے سے انکار کرتے ہو؟ اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائیگا۔ اس دُودھ کیلئے تم بچوں کی طرح رونا شروع کرو کہ دُودھ پستان سے خود بخود اُتر آئیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلّاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وُہ راہ ہے جو خدا کی راہ

---

* قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے۔ جس دین میں وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اُس کے ساتھ نہیں۔ منہ

ہے۔ پر اُن کیلئے آسان کی جاتی ہے جو مَرنے کی نسبت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وُہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے۔ ہم اِس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنی اے بدو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنّم کی آگ پر گذر نہ کرے۔ مگر وہ جو خدا کیلئے اُس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کیلئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اُس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کیلئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وُہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

مریم: ۷۲

(بقیہ صفحہ ۳۲)

شائع ہوا۔ آپ محترم چوہدری صاحب کی نمازوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اپنی ساری بیماری کے دوران جب تک اللہ تعالیٰ نے ہوش میں رکھا تمام کی تمام نمازیں باقاعدگی کے ساتھ بروقت' باجماعت ادا کیں..... علالت اور دوائی دونوں کبھی نماز کی ادائیگی میں حارج نہ ہوسکیں"۔

(ماہنامہ انصار اللہ: نومبر' دسمبر ۱۹۸۵ء: صفحہ ۱۴۲۔ ۱۴۳)

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۴ پر تحریر ہے:۔

"یکم ستمبر ۱۹۸۵ء: آپ ایک کامیاب زندگی گزار کر قریباً ساڑھے بانوے سال کی عمر میں صبح پونے نو بجے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے"۔

رونامہ "جنگ" مؤرخہ ۲ ستمبر ۱۹۸۵ء نے صفحہ اول پر حضرت چوہدری صاحب کی وفات کی خبر دیتے ہوئے ایک سرخی یہ بھی لگائی:۔

"انہیں جب بھی ہوش آیا انہوں نے نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا"۔

اللہ تعالیٰ نماز کو ہم سب چھوٹوں اور بڑوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر نماز پر ہو۔ (آمین یا رب العالمین)

جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۲واں جلسہ سالانہ اپنی بابرکت روایات اور اس سال کی استثنائی شان و شوکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا

چونسٹھ ممالک کے چودہ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت

عالمی تبلیغی سیمنار، حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی انگریزی دان حضرات سے مجلس سوال و جواب اور اردو زبان میں عالمی مجلسِ عرفان اور ولولہ انگیز خطابات

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیک وقت

دنیا بھر کے ۳۰ لاکھ ۴ ہزار اور ۵۸۴ افراد کی جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کا روح پرور نظارہ

مرکزی عالمی حیثیت کی حامل جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۲واں جلسہ سالانہ مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ر جولائی ۱۹۹۷ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا۔ یہ روحانی جلسہ ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ قادیان جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے منعقد فرمایا تھا اس سے کئی رنگ میں مماثلتیں رکھتا تھا مثلاً قادیان کے اس جلسہ میں حاضری غیر معمولی طور پر پہلے جلسوں کی نسبت بڑھ کر تھی۔ اسی طرح برطانیہ کے ۱۹۹۷ء کے اس جلسہ کی حاضری بھی گزشتہ سالوں کی نسبت بڑھ کر ۱۴ ہزار سے زائد ہوگئی (جبکہ دس سال کی عمر تک کے بچے بچیاں شمار نہیں کئے گئے)۔ اس جلسہ میں ۶۴ ممالک (جن میں عرب، افریقہ، مشرق بعید، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے ممالک) کے مندوبین نے شرکت فرمائی۔ ان مندوبین میں مختلف ملکوں کے وزراء، ممبر آف پارلیمنٹ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز شخصیات شامل تھیں۔ انہوں نے اس جلسہ میں حاضرین سے مختصر خطاب بھی فرمایا اور جماعت احمدیہ کو اس کی اسلامی اور انسانی خدمات کی وجہ سے خراج تحسین پیش کیا۔

تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقع تھا کہ برطانیہ کے وزیر اعظم جناب ٹونی بلیئر نے خاص طور پر جلسہ سالانہ کی مناسبت سے بہت پر خلوص الفاظ میں دنیا بھر سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

اس بابرکت جلسہ کے روح پرور ماحول کو عبادات اور درود و سلام سے مزین کیا گیا تھا۔ ہر سحر نماز تہجد سے شروع ہوئی۔ نیز نماز فجر کے بعد قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کا درس کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔

اس جلسہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸۹۷ء کے سال کی مناسبت سے ۱۹۹۷ء کے سال کو مباہلہ کا سال قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں بھی مباہلہ کی مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے ۱۸۹۷ء کے جلسہ کی بہت سی مماثلتوں کو اس سال دہرایا جائے گا اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پروگرام جلسہ کی ترتیب میں بھی ان مضامین کو شامل فرمایا جو ۱۸۹۷ء کے آٹھ روزہ جلسہ میں پڑھے گئے تھے۔ نیز سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں جو عربی اور فارسی قصیدے پڑھے گئے ان کو بھی اس جلسہ کے پروگرام کا حصہ بنایا گیا تھا۔

برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں کی رونق میں ایک ہفتہ قبل، لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا چلا گیا- مسجد فضل لندن اور اس سے ملحقہ گلیوں نیز اسلام آباد کے سبزہ زاروں میں مہمانوں کی چہل پہل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "یاتیك من كل فجٍ عميق و ياتون من كل فجٍ عميق" کا نظارہ پیش کر رہی تھی-

اس جلسہ سالانہ کی مکمل روئیداد مواصلاتی نظام کے ذریعہ مسلم احمدیہ ٹیلی ویژن سے گیارہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا بھر میں براہ راست نشر کی گئی- ان زبانوں میں انگریزی، عربی، روسی، البانین، جرمن، فرانسیسی، انڈونیشین، بنگلہ، سپینش، ٹرکش اور بوسنین شامل تھیں-

جلسہ کے آخری روز ایک بجے جلسہ گاہ مارکی میں عالمی بیعت کی تاریخی تقریب منعقد ہوئی جس میں ۹۶ ممالک کی ۲۲۱/ اقوام کے ۳۰ لاکھ ۴ ھزار ۵۸۴/ افراد نے جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کے لئے سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا- بعدہ اجتماعی دعا ہوئی اور اور سجدہ شکر ادا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عاجزانہ دعاؤں اور کوششوں کو قبول فرمایا اور آسمان سے ۳۰/ لاکھ نئے احمدیوں کی بارش برسائی- اس سجدہ شکر میں حاضرین جلسہ اور دنیا بھر میں ایم-ٹی-اے کے ناظرین شامل ہوئے-

جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور انور کے ارشاد فرمودہ خطابات اور دیگر پروگراموں کی مختصر رپورٹ آئندہ شماروں میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کی جائے گی-

---

برائے مہربانی

- چندہ ادا کرتے وقت اپنا ممبر کوڈ لکھنا نہ بھولیں
- اپنے سیکرٹری مال کو اپنے صحیح نام اور پتہ کی بروقت اطلاع کریں
- اپنے سیکرٹری مال سے اپنے ممبر کوڈ کی توضیح ضرور کریں

مزید معلومات کیلئے فون نمبر 0115-879 (301) پر رابطہ کریں

FAX نمبر 0115-879(301) یا 5994-264 (703) پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں

یا E-MAIL کے ذریعہ azizia@erols.com پر رابطہ کریں

خطبہ جمعہ

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہرِ محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے

بچوں کی تربیت سے متعلق نہایت اہم زریں ہدایات

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۰/ جون ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۰/ احسان ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن (امریکہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

يٰآ ايهاالذين امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغدٍ واتقوا الله انّ الله خبير بما تعملون

(سورہ الحشر آیت ۱۹)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس خطبہ جمعہ کے ساتھ جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کا انچاسواں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے- اور اللہ تعالیٰ جماعت یونائیٹڈ سٹیٹس کے مالی قربانی کرنے والوں کو بہترین جزاء دے جنہوں نے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ خطبہ اس وقت ساری دنیا میں سنایا جارہا ہے اور اسی طرح جلسے کے کچھ حصے بھی تمام دنیا میں نشر کئے جائیں گے- جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس کے کچھ اپنے مسائل ہیں- کچھ تو ایسے مسائل ہیں جو سب دنیا کے برابر ہیں لیکن پھر بھی ملک ملک میں فرق پڑتا جاتا ہے-

آج جو میں نے آیت تلاوت کی ہے اس میں تربیتی مسائل کی طرف خصوصیت کے ساتھ اگلی نسلوں کی تربیت سے متعلق بنیادی اصول پیش فرمائے گئے ہیں- گزشتہ خطبے میں میں نے یا دو تین خطبات میں تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی مگر تبلیغ کو تقویت ملتی ہے تبلیغ کرنے والوں کی اپنی تربیت کے ساتھ اور تبلیغ کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں کیونکہ نئے آنے والے ایسے آتے ہیں جو تربیت کے محتاج ہوتے ہیں- اگر تربیت کرنے والے خود تربیت کے محتاج ہوں تو اس سے بہت سے گھمبیر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں- چونکہ ہم نے خصوصیت کے ساتھ مستقبل کی طرف توجہ دینی ہے اس لئے **ہماری نظر موجودہ مسائل پر بھی رہنی ضروری ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے تعلق میں بھی ہمیں جماعت کی اور نئے آنے والوں کی ایسی ٹھوس تربیت کرنی ہے جس کے نتیجے میں ہم کہہ سکیں کہ ہم نے صدی کے سر پر پیدا ہونے کا حق ادا کردیا-**

بہت سے ایسے خاندان ہیں جن سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان میں خصوصیت کے ساتھ ایفرو امریکن خاندانوں نے اکثر تربیت ہی کے متعلق سوال کئے کیونکہ وہ ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جس ماحول نے ان کے بچوں تک گہرا اثر کر رکھا ہے- چنانچہ اس ماحول سے الگ ہو کر اسی ماحول کی تربیت کرنا جس میں وہ پیدا ہوئے ایک بہت ہی مشکل مسئلہ ہے- چنانچہ کل بھی سوال وجواب کی مجلس میں ایک مخلص احمدی دوست نے یہی توجہ دلائی کہ ہمیں بتایا جائے کہ ہم کیا کریں- کچھ ایسی باتیں ہیں جو بچپن سے شروع ہوتی ہیں اور بچپن ہی میں ان کی بنیاد ڈالنی ضروری ہے- میں سب سے پہلے انہی کی طرف آپ کی توجہ منعکس کرتا ہوں- کیونکہ جب تک بچوں کی نسل کو نہ سنبھالا جائے آئندہ کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی- یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اسی طرف اشارہ فرما رہی ہے ﴿یٰآ ایھاالذین امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغد﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کل پر نظر رکھو کہ تم کل کے لئے کیا آگے بھیج رہے ہو-

پس آج کے بچے کل کی نسلیں ہیں جنہوں نے آج کا احمدیت کا پیغام اگلی صدی میں منتقل کرنا ہے- بچوں کی طرف تربیتی نقطہ نگاہ سے توجہ دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ ماں باپ جو بچوں کی تربیت کرتے ہیں خود ان کی بھی تربیت ہوتی ہے اور لازم ہے کہ وہ اپنی تربیت اپنے بچوں کے حوالے سے کریں- تو پہلی بات جو بچوں کے تعلق میں خصوصیت سے یہاں کے ماحول میں بتانی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ **ماں باپ کے لئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کا تعلق اپنے ساتھ بڑھائیں اور ایسے خاندان بنائیں جن میں نگاہیں اندر کی طرف اٹھنے والی ہوں اور بچوں کو گھر کے ماحول میں سکون ملے-**

وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سختی سے بچوں کو دبانے کے نتیجے میں اگر اس عمر تک جب تک وہ ان کے ماتحت ہیں ان میں کوئی خرابی پیدا ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تو وہ غلطی پر ہیں- چونکہ بہت سے بچے اپنے ماں باپ کے حکم کی تعمیل میں یا ان کی سختی سے ڈر کر بسا اوقات اپنے دل کی خواہشات کو دبائے رکھتے ہیں اور جب وہ سوسائٹی میں کھل کر باہر جاتے ہیں تو وہ خواہشات ایک ایسے ماحول میں پنپنے لگتی ہیں جو ان کے لئے سازگار ہے- ہر بدی کا خیال، ہر اس لذت کی تمنا جو جلدی حاصل کی جاسکتی ہے امریکہ کی سوسائٹی میں سب سے زیادہ جلدی حاصل کی جاسکتی ہے- دنیا کی ہر سوسائٹی میں یہ مسئلہ ہے لیکن امریکہ میں تو ماحول میں اتنی زیادہ سرعت کے ساتھ دل کی لذت کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں کہ بچوں کو بہکانے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی چیز ممکن نہیں ہے- چنانچہ جب وہ گھر کے ماحول سے نکلتے ہیں تو باہر کا ماحول انہیں بدیوں میں خوش آمدید کہتا ہے، نیکیوں میں نہیں اور یہ ایک اس ماحول کی خصوصیت ہے جسے بچوں کو سمجھانا ضروری ہے-

میں نے دیکھا ہے کہ بچے یہ شکایت کرتے ہیں کہ جب ہم اسلامی طریق پر عمل کر رہے ہوں تو لوگ ہم پر ہنستے ہیں، لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ یہ اور قسم کی نسل ہے اور ماحول کا یہ اختلاف اور نیکی پر حملہ کرنا یہ امریکہ کے ماحول کا ایک جزو بن چکا ہے- امریکہ کی فضا ایسی ہے کہ وہ لازماً گھر سے باہر نکلنے والے بچوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور ان کی اچھی عادات کو فرسودہ خیالات کہہ کر ان کو رد کرتی ہے اس کے نتیجے میں بچے میں خود اعتمادی کا فقدان ہو جاتا ہے- وہ سمجھتا ہے کہ جو اپنے گھر سے میں اقدار لے کر چلا تھا سو سائٹی میں تو ان کی کوئی بھی قیمت نہیں، سو سائٹی میں جن اقدار کی قیمت ہے وہ ایسی اقدار ہیں جن کو گھر میں برا کہا جاتا تھا- پس آزادی کا ایک احساس باہر نکل کر ایسا پیدا ہوتا ہے جو تیزی کے ساتھ ایسے بچوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے-

پس اس مشکل کو پیش نظر رکھتے ہوئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کے دل اپنی طرف یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں، بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں- اور یہ باتیں صرف اسی صورت میں ممکن ہیں جب آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت پر غور کیا جائے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں تکبیر کہو- بہت سے لوگ ہیں جو اس کا فلسفہ نہیں سمجھتے- وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں- اکثر ایسے بچے مختلف زبانیں بولنے والوں کے بچے ہوتے ہیں ان کو تو عربی کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ کیا چیز ہے- وہ سمجھتے ہیں کہ بظاہر ایک بے کار بات ہے- میں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاتا کہ نفسیاتی لحاظ سے اس کا کیا اثر پڑتا ہے اور بچے کا دماغ کن باتوں کو شروع ہی سے قبول کرتا ہے اور پھر محفوظ رکھتا ہے- اس بحث کو چھوڑتے ہوئے میں ان ماں باپ کو بتا رہا ہوں جو اذان دیتے یاد لواتے ہیں، وہ تکبیر دیتے یاد لواتے ہیں ان کو تو متوجہ ہونا چاہئے وہ تو باشعور ہیں- آخر کیوں یہ کہا گیا!؟ ایک اس کا پہلو وہ ماں باپ ہیں جن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں- ان کو سمجھایا گیا ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی صحیح تربیت کرو ورنہ بعد میں یہ ہاتھ سے نکل جائیں گے- تو **پہلی تربیت کا وقت بچپن کا آغاز ہے اور اس وقت کی تربیت ایسی ہے جو ہمیشہ کے لئے آئندہ زندگی کی بنیادیں قائم کرتی ہے**- اس بات کو بھلانے سے بہت سے لوگ نقصان اٹھا جاتے ہیں-

بچوں سے ہر قسم کی پیار کی باتیں تو ہوتی ہیں ان کی خواہشات کا خیال رکھا جاتا ہے مگر بچپن سے ان کو نیکی پر قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی- اس لئے سب سے اہم بات اس ماحول میں جیسا کہ دوسرے ماحول میں بھی بہت ہی اہم ہے لیکن امریکہ میں **خصوصیت کے ساتھ جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ بچوں سے ایسی باتیں کریں جو اللہ اور رسول اور نیک لوگوں کی محبت پیدا کرنے والی باتیں ہوں اور ان کو نیکی کی اقدار سمجھائیں**- اور اس کے لئے گھر میں مختلف قسم کے مواقع پیدا ہوتے رہتے ہیں- جب ایک بچہ اچھی بات کرتا ہے تو ماں باپ کا فرض ہے کہ اس بات کو بڑی اہمیت دیں اور اس بچے کی اس بات کا ذکر چلائیں کیونکہ وہ بچہ جو اچھی بات پر مثلاً کسی موقع پر وہ جھوٹ بول سکتا تھا اس نے نہیں بولا اور سچ بول کر بظاہر نقصان اٹھایا ہے اگر آپ اس کی باتیں آنے والوں میں ذکر کیا کریں اور سو سائٹی میں اپنے گھر میں، گھر سے باہر اس بچے کو اس طرح پیش کریں کہ دیکھو اس کے دل میں شروع ہی سے نیکی ہے تو ایسا بچہ اس بات کو کبھی بھول نہیں سکتا- نا ممکن ہے کہ اس کے دل سے اس ماحول میں نیکی کی اہمیت کا اثر مٹ جائے-

دوسرے جب وہ کوئی بری بات کرتا ہے تو اسے سمجھانا اس طریق پر کہ وہ سمجھ جائے اور اسے محسوس ہو کہ میں ایک برابر کی چیز ہوں، میں بھی ایک عقل رکھنے والا وجود ہوں جو کچھ میں سوچتا ہوں، ماں باپ کی سوچ اس سوچ پر اثر انداز ہو رہی ہے نہ کہ اس کا ہماری سوچ پر حکم چل رہا ہے- پس **تحکم سے احتراز لازم ہے** اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے قیام کے سلسلے میں شروع میں بچپن میں بچوں پر تحکم کی اجازت نہیں دی- سات سال سے پہلے تو کسی تحکم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- سات سال سے دس سال تک ایسی نصیحت جس کے نتیجے میں بچے نمازوں کی طرف متوجہ ہوں اور بار بار ان کو نمازوں کی عادت ڈالنے کی طرف ماں باپ کو توجہ دلانا یہ تو ہمیں ملتا ہے لیکن بچوں کو اس پر سزا کوئی نہیں ہے کہ وہ سات سال سے دس سال کی عمر میں نمازوں سے مونہہ موڑتے ہیں- تو آنحضرت ﷺ نے ان کو سات سے دس سال تک سزا دینے کا کہیں ارشاد نہیں فرمایا- تین سال مسلسل ماں باپ کو نصیحت کے ذریعے اثر انداز ہونا ہے- ایسی باتیں کہنی ہیں جو ان کے دل اور دماغ کو اسلام کی طرف پھیرنے والی ہوں اور دل کے اطمینان سے وہ اسلام کی طرف مائل ہوں-

اور دس سال تک جب وہ اس عمر کو پہنچیں جہاں صرف گھر ہی میں نہیں باہر بھی ایسے بچوں کو کچھ نہ کچھ سزا ضرور دی جاتی ہے- پرانے زمانے میں تو سکول میں ایسے بچوں کو جو دس سے بارہ سال کی عمر میں ہوں سوٹیاں بھی پڑتی ہیں اور کئی قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں بلکہ وہاں تو اس سے پہلے بھی بعض دفعہ سزا شروع ہو جاتی ہے تو پہلے سزا کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے، جھوٹ ہے- اس سے باز رہیں- اور اس کے بعد جو سزا ہے اس کو آنحضرت ﷺ نے معمولی سرزنش قرار دیا ہے- ہرگز کسی قسم کی سختی ایسی نہیں جس سے بچے کے بدن پر ایسی ضرب پڑے جس سے اس کو نقصان پہنچ سکے- اور یہ وہ پہلو ہے جس کو بچپن کی تربیت میں آپ کو ملحوظ رکھنا ہوگا- یعنی **سات سال کی عمر تک پیار اور محبت سے اپنے ساتھ دل لگائیں، ان کی اچھی باتوں کو اُچھالیں کیونکہ اس عمر میں بچے ضرور اپنی تعریف کو خوشی سے قبول کرتے ہیں اور جس بات کی تعریف کی جائے اس پر جم جایا کرتے ہیں- جس چیز سے نفرت دلائی جائے اس سے متنفر ہو جایا کرتے ہیں-**

تو آئندہ آنے والے جو خطرات ہیں ان کا بچپن ہی میں تصور باندھیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ماحول کی بدی کو ان کے سامنے اچھال کر پیش کریں- ان کو بتائیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے- جب وہ سات سال سے اوپر دس سال تک پہنچیں تو پھر خصوصیت سے عبادتوں کی طرف متوجہ کرنا بھی آپ کی تربیت کا ایک حصہ بن جائے گا- اس کے بعد ناپسندیدگی کا اظہار، ان سے مونہہ موڑنا اگر وہ بری حرکت کریں، نمازیں نہ پڑھیں تو بعض دفعہ ڈانٹنا اور سمجھانا یہ چیزیں بارہ سال کی عمر تک جائز ہیں- اور بارہ سال کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اب تمہارا ان پر کوئی سختی کا حق باقی نہیں رہا جو کچھ تم نے کرنا تھا وہ وقت گزر گیا ہے-

اب دیکھیں اس پہلو سے مغربی تہذیب اور اسلام میں کتنا نمایاں فرق ہے- مغربی تہذیب میں مختلف سال مقرر کر دیئے جاتے ہیں مثلاً اٹھارہ سال، اکیس سال یا سولہ سال اور ان سالوں کا بعض جرائم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے- آج کل جو ترقی یافتہ ممالک ہیں ان میں یہ معین کیا جا رہا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کسی لڑکے کو کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے، اٹھارہ سال تک کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے اور اکیس سال کی عمر میں جا کر پھر وہ کلیتہً ہر سزا کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا- اسلام نے بارہ سال اس لئے مقرر کئے ہیں کہ یہ بلوغت کا آغاز ہے اور بارہ سال میں بچہ اتنی ذہنی پختگی اختیار کر جاتا ہے کہ اپنے روزمرہ کے معاملات میں خود فیصلہ کر سکے-

پس اسلام کی بلوغت کا آغاز دنیا والوں کی بلوغت سے بہت پہلے ہوتا ہے اور یہ بہت ضروری بات ہے- کیونکہ اگر بارہ سال تک بچہ اپنے سیاہ و سفید کو دیکھ نہ سکتا ہو تو پھر اٹھارہ سال تک بھی نہیں دیکھے گا بلکہ اپنی بدعادتوں میں اتنا پختہ ہو جائے گا جب وہ اٹھارہ سال کی عمر سے گزر کر سو سائٹی میں جاتا ہے تو پھر اس میں وہ بدی ایک مستقل دائمی شکل اختیار کر جاتی ہے- یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق میں آپ کو بھی متوجہ کر رہا ہوں اور انگلستان میں اکثر جوان مسائل میں دلچسپی لینے والے سوشل راہنما یا سیاسی راہنما ہیں وہ جب مجھ سے گفتگو کے لئے آتے ہیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں کہ تم بنیادی طور پر ایک غلطی کر رہے ہو- مثلاً بعض چھوٹے بچوں کو وہاں قتل پر آمادہ کرنے والے گروہ بن چکے ہیں اور ان سے وہ قتل کرواتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کو سزا نہیں ملے گی- اسی طرح چوری ڈاکہ، سکولوں میں ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کے لئے اس قسم کے گروہ تیار کئے جاتے ہیں اور یہ محض غلط قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے-

جب تک قوانین درست نہ ہوں اس وقت تک انسان کی صحیح تربیت اور معاشرے کی صحیح اصلاح ممکن نہیں ہے- مگر ہمیں جس نے قانون دیا یعنی اللہ تعالیٰ، اس نے ایک ایسا قانون دان عطا فرمایا جس سے بڑھ کر کوئی قانون دان دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ- آپ نے قرآن کے قانون کو سمجھا اور اپنی امت میں اسے جاری فرمایا- یہی ایک پہلو آپ دیکھیں کہ جب بھی گفتگو آگے بڑھی وہ تمام ملنے

والے اس بات پر یقینی طور پر مطمئن ہو کر گئے کہ ہمارے معاشرے کی غلطی ہے۔ اس کی اصلاح کے بغیر ہم کسی تربیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی بلوغت تک پہنچتے پہنچتے یعنی اٹھارہ سال یا اکیس سال تک اگر بدی کی سزا نہ دی جائے تو بچے کو بدی پر جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ عمر ہے جس میں جرأت ایک دوام اختیار کر جاتی ہے، ایک ایسی عادت بن جاتی ہے کہ جسے پھر چھوڑنا ممکن نہیں رہتا۔

چنانچہ اکثر انگلستان میں بھی اور یورپ کی دوسری سائیٹیوں میں بھی ایسے بد بچے بالغ بنا کر سوسائٹی میں پھینکے جاتے ہیں جو اپنی بدیوں پر پختہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ جیسے ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کی شروع سے عادت پڑ گئی ہو، جیسے ڈرگ بیچ کر پیسے لینے کی عادت پڑ جائے، کیسے ممکن ہے کہ وہ اٹھارہ یا اکیس سال کے بعد قانون کے ڈر سے ان عادات کو چھوڑ دے۔ تو معمولی سی عقل کی بات ہے اسے استعمال کر کے اگر دیکھا جائے، جیسا کہ یہ لوگ نہیں دیکھ رہے بد قسمتی سے، تو انسان لازماً آنحضرت ﷺ کی تعلیم کی طرف لوٹے گا۔ پس تربیت کا آغاز شروع سے ہونا چاہئے اور بارہ سال کی عمر تک پہنچ کر اس تربیت کو اتنا مکمل ہو جانا چاہئے کہ اس کے بعد بچہ اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو۔ اور پھر اگر وہ سوسائٹی کا جرم کرے تو سوسائٹی اس کو سزا دے۔ اگر خدا کا جرم کرے تو خدا سزا دے گا ماں باپ کا کام نہیں کہ اس کو سزا دیں۔ یہاں پہنچ کر معاشرے اور احمدی ماحول کی جو طرز عمل میں ایک فرق ہے جو میں آپ کے سامنے نمایاں طور پر رکھنا چاہتا ہوں۔

بہت سے بچے اور بچیاں جو امریکہ کے ماحول میں پیدا ہوئے ان کے متعلق ماں باپ بہت سے تو نہیں کہنا چاہئے مگر کئی ایسے ہیں کہ ان کے ماں باپ بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں روتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں، مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہماری جوان بچیوں کو کیا ہو گیا۔ بہت اچھی اور نیک اور مخلص تھیں بے حد دین سے تعلق تھا نمازیں بھی پڑھتی تھیں مگر اچانک جب کالجوں میں گئی ہیں تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا۔ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ بچیاں جو دل سے نیکی پر قائم ہو چکی ہوں اچانک معاشرے میں جا کر ان کی کیفیت بدل جائے۔ لازماً دل میں کچھ دبی ہوئی خواہشات رہی ہیں جن کو گھر میں پنپنے نہیں دیا گیا اور جن کو سنبھالنے کے لئے کوئی ذہنی کوشش نہیں کی گئی۔

اس لئے اب یہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کوششیں بھی بارہ سال سے پہلے پہلے کام کر جائیں گی ورنہ نہیں کریں گی۔ یعنی بلوغت کا آغاز جس کو میں بارہ سال کہہ رہا ہوں اس میں بچے کے اپنے دل میں خصوصیت کے ساتھ ایسی جنسی خواہشات جنم لینے لگتی ہیں جن سے وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان امور میں پہلے ہی اس کی تربیت کی گئی ہو تو وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو گا اور اس تربیت میں ماں باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ وقت لگانا ہو گا بجائے اس کے کہ سکولوں کے اوپر چھوڑ دیا جائے یا کالجوں پر چھوڑ دیا جائے۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جن ماں باپ نے بچوں پر اس لحاظ سے محنت کی ہو کہ ان کو نیکی اور بدی کی تمیز سکھائی گئی ہو، اس طریق پر سکھائی گئی ہو کہ وہ زندگی کا فلسفہ بن جائے وہ بچے اسے زندگی کے فلسفے کے طور پر قبول کریں۔

اور **یہ پہلو تربیت میں بہت ہی اہم ہے کہ تعلیم کے ساتھ تعلیم کا فلسفہ بتایا جائے** کیونکہ قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے معلم کے طور پر پیش فرمایا ہے جو ﴿یعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ کہ وہ صرف تعلیم کتاب پر اکتفاء نہیں کرتا وہ اس کی حکمت بھی سمجھاتا ہے۔ پس جو خرابی میں نے دیکھی ہے اس میں ان دو چیزوں کے اندر جو فرق کیا جاتا ہے یہی فرق ہے جو آئندہ خرابیوں کا موجب بنتا ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں ہم نے ان کو تعلیم دی ان کو بچپن سے نمازیں پڑھنی سکھائیں اور قرآن کی تلاوت بھی یہ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس تعلیم کی حکمت نہیں بتائی گئی۔ اور حکمت ایسی چیز ہے جو دل کو اس تعلیم کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتی ہے کہ پھر آئندہ کبھی وہ الگ نہیں ہو سکتی۔ مثلاً باہر کی دنیا میں جو ان کو دلچسپیاں دکھائی دیتی ہیں ان کی مثال ایسے جانوروں سے بھی دی جا سکتی ہے جو بظاہر بڑے خوبصورت ہیں مثلاً سانپ ہے۔ بعض دفعہ اس کے بہت ہی پیارے رنگ ہوتے ہیں نظر کو بھاتا ہے۔ اسی طرح بعض کاٹنے والے جانور ہیں جو بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے متعلق اگر یہ سمجھایا جائے کہ ان کو جب تم ہاتھ لگاؤ گے، ان کی طرف مائل ہو گے تو لازماً یہ ڈسیں گے اور لازماً نقصان پہنچائیں گے۔ اور اس بات کو اگر بچپن ہی سے دل میں بٹھا دیا جائے تو کوئی انسان جو اس حکمت کو سمجھ جائے وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر یہ حکمت بچپن سے بتائی نہ جائے اور سمجھائی نہ جائے اور دل میں بٹھا نہ دی جائے تو پھر انسان ایسے تجربے کرنے پر آزادی محسوس کرے گا۔

پس یہ نہ سمجھیں کہ معاشرے کی خرابیوں کو سمجھانے کا وقت بلوغت کے بعد شروع ہو گا۔ بچپن سے سمجھانا ضروری ہے، ان بچوں کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے، ان کو ٹیلی ویژن دکھانی ضروری ہے۔ جو ٹیلی ویژن یہ دیکھتے ہیں اس وقت ماں باپ کو چاہئے کہ کچھ اپنا وقت خرچ کریں اور ساتھ بیٹھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو یہ خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کی حکمتیں اس طریق پر سمجھائی جائیں کہ وہ جاگزیں ہو جائیں اور انسانی فطرت اور سوچ کا حصہ بن جائیں۔ اس سلسلے میں چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، مثلاً اگر ان کو یہ سمجھایا جائے کہ یہ بدیاں چیز کیا ہیں؟ کیوں ان سے منع کیا جاتا ہے؟ نیکیاں کیا ہوتی ہیں؟ اور نیکی کے فوائد کیا ہیں؟ اور پھر معاشرے کے حوالے سے ان کی تفصیل سمجھائی جائے تو ناممکن ہے کہ بچہ ان امور کی طرف توجہ نہ دے۔

پہلی بات جو نمایاں طور پر ان کے سامنے رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بدی سے ایک لذت پیدا ہوتی ہے اس کا انکار کرنا جائز نہیں۔ **ہر قسم کی بدی سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ لذت ہمیشہ یا الٹ کر اس بدی کرنے والے کو نقصان پہنچاتی ہے یا ماحول کو نقصان پہنچاتی ہے۔** پس ہر وہ لذت جس کے ساتھ ایک نقصان وابستہ ہو چکا ہے جس سے اس کو علیحدہ کیا جا ہی نہیں سکتا وہ بدی ہے۔ لیکن لذت سے محرومی کا نام نیکی نہیں ہے۔ یہ اگلا قدم ہے جس پہ ان کو خوب اچھی طرح سمجھانا ضروری ہے کہ ہم جو تمہیں نیکی کی طرف بلاتے ہیں اس لئے کہ نیکی میں ایک لذت ہے اور ان بدی کی لذت اور نیکی کی لذت میں بہت بڑا فرق ہے۔ بدی کی لذت میں ضرور کوئی نہ کوئی کانٹا چھپا ہوتا ہے وہ ضرور نقصان پہنچاتی ہے اور جتنی بھی موجود سوسائٹی کی بدیاں ہیں ان کو دیکھ لیں وہ لازماً سوسائٹی میں بے اطمینانی پیدا کریں گے اور کسی نہ کسی خرابی پر منتج ہوں گی۔ چنانچہ ساری سوسائٹی میں وہ خرابی بے چینی بن کر پھرتی ہے لیکن سوسائٹی اس بے چینی کے باوجود اپنی لذت کے حصول کی خاطر اس کی طرف لپکتی بھی ہے۔

یہ وہ تضاد ہے معاشرے کا جس کو بچپن ہی سے اپنی اولاد کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے چھوٹی چھوٹی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک بچے سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم اگر اپنے بھائی کی کوئی چیز لے کر بھاگ جاؤ تو تمہیں تو مزہ آئے گا، تمہیں کچھ حاصل ہو گا، یہ درست ہے نا! یہ بات ہے۔ اپنی چھوٹی بہن سے کوئی چیز چھین لو تو تم لطف اٹھاؤ گے لیکن یہ ایسا لطف ہے جس کے نتیجے میں اسے دکھ ضرور پہنچے گا۔ پس **وہ لطف جو کسی کے دکھ پر مبنی ہو یہ بدی ہے۔** لیکن اس کے برعکس اس کو سمجھایا جا سکتا ہے کوئی چیز اس کو دی جا سکتی ہے کہ اپنی بہن کو یہ خوشی کا جس کو سرپرائز (Surprise) کہتے ہیں یعنی خوشی میں ایک حیرت کا سماں پیدا ہو جاتا ہے اسے یہ چیز دے دو، چھپ کر اس کے بٹوے میں ڈال دو یا اس کے کمرے میں رکھ دو اور وہ تعجب کرے کہ میرے دل کی یہ چیز، میری خواہش کس نے پوری کی۔ اس میں بھی ایک خوشی ہے اور ان دونوں خوشیوں میں ایک فرق ہے۔

پہلی خوشی کی صورت میں جو نقصان پہنچا کر لذت اٹھاتا ہے اس کی لذت دائمی نہیں رہتی بلکہ اسی وقت اس کے ضمیر میں سے ایک کانٹا نکلتا ہے جو کچھ نہ کچھ ضرور چبھتا ہے۔ اور یہ بات ان بچوں کو جن کو آپ بچہ سمجھ رہے ہیں سمجھانی ضروری ہے۔ کیونکہ بچے بہت عقل والی چیز ہیں۔ میرا بچوں سے یہ تجربہ ہے کہ جن کو لوگ بچے سمجھ کے نظر انداز کر رہے ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ ذہین اور ہوشیار اور گہری باتوں کو سمجھنے والے ہوتے ہیں صرف صبر کی ضرورت ہے اور نیکی کے ساتھ قرآن کریم میں ہر جگہ صبر کا مضمون بیان ہوا ہے۔ **کوئی نصیحت کارفرما نہیں ہو سکتی جب تک صبر نہ ہو۔** اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانا ہی مسلمانوں کا شعار مقرر فرمایا گیا ہے۔

پس اس پہلو کو جو میں بیان کر رہا ہوں اہمیت دیں اور بچپن ہی سے بھائی اور بہن میں، بھائی اور بھائی میں، ماں باپ اور بچوں کے درمیان ایسے نیکی کے رشتے قائم کریں جن میں مزہ پیدا ہو۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک انسان اپنے بھائی کے لئے، اپنی بہن کے لئے جو بظاہر قربانی کرتا ہے اس قربانی کے نتیجے میں اس کی طرف سے مادی چیز، مادی قدر الگ ہو کر کسی دوسرے تک پہنچتی ہے۔ اگر کوئی جھپٹ کر اپنے بھائی یا بہن کی کوئی مادی چیز، میٹیریل (Material) چیز لے بھاگتا ہے تو دونوں صورتوں میں انتقال ہے مادے کا اور

مادے کا انتقال ہے جو لذت پیدا کرتا ہے۔ اب یہ لذت کا فلسفہ ہے جو سمجھانا ضروری ہے جو ہمیشہ ان بچوں کے کام آئے گا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لذت میں بہت سی چیزیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مادہ ایک طرف سے منتقل ہو کر دوسری طرف جاتا ہے، حق ایک طرف سے منتقل ہو کے دوسری طرف جاتا ہے۔ اگر آپ مادہ حاصل کرنے والے ہوں تو ایک لذت ہے۔ اگر کسی کا حق چھیننے والے ہوں اس میں بھی ایک لذت ہے لیکن جب آپ اپنی مادی قدر کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرتے ہیں اس میں بھی ایک لذت ہے۔ اور جب آپ اپنا حق کسی کے لئے چھوڑتے ہیں تو اس میں بھی ایک لذت ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ یہ دوسری قسم کی لذت دائمی ہو جاتی ہے، ساری زندگی انسان کو لطف پہنچاتی رہتی ہے۔ اور پہلی قسم کی لذت ایک شر پیدا کرتی ہے جو خود اپنے ضمیر میں بھی پیدا ہوتا ہے اور پھر مزید کی طلب پیدا کر دیتی ہے اور کبھی بھی بدی کی لذت بار بار وہی بدی کرنے سے اسی طرح نہیں رہے گی بلکہ آگے بڑھے گی۔ ایک بدی کے بعد جب تک آپ دو بدیاں نہ کریں آپ کو چین نہیں آئے گا۔ جب دو بدیاں کریں گے تو تیسری بدی کی طرف آپ کا قدم اٹھے گا، چوتھی کی طرف اٹھے گا، اسی طرح ساری دنیا میں معاشرے میں اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی ہے اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس ان دو چیزوں میں جو فرق ہے وہ بعض مثالوں کے ذریعے آپ کو خود سمجھنا ہے اور اپنے بچوں کو سمجھانا ہے۔ آپ ان کو یقین دلائیں کہ جو تم قدریں اپنے طور پر حاصل کرتے ہو جائز قدریں ہیں ویلیوز (Values) جن کو انگریزی میں کہا جاتا ہے، جب تم ان کو چھوڑتے ہو تو اس کے نتیجے میں تمہیں ضرور مزہ آئے گا لیکن اگر بالارادہ چھوڑو۔ اگر مجبور ہو کر چھوڑو گے تو تکلیف پہنچے گی۔

پس بالارادہ اپنی چیزوں کو دوسروں کو دینا اس لئے کہ ان پر احسان ہو اور ان کو مزہ آئے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دینے والے کو بھی ضرور مزہ دیتی ہے اور یہ نیکی کی ایسی تعریف ہے جس میں آپ کبھی کوئی فرق نہیں دیکھیں گے۔ بدی میں یہ بات نہیں ہوتی۔ بدی میں کم سے کم بدی کرنے والا لذت محسوس بھی کرے تو جس کے خلاف کی جاتی ہے وہ محسوس نہیں کرتا۔ لیکن نیکی میں دو طرفہ مزہ ہے اور دو طرفہ مزہ بھی ایسا جو دائمی ہو جاتا ہے جو کہ ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص احسان کا مزہ اٹھانے لگ جائے تو وہ اور زیادہ احسان کرے گا یعنی اور زیادہ اپنی مرضی سے اپنے حقوق دوسروں کی طرف منتقل کرے گا یہاں تک کہ بظاہر انبیاء کے مرتبے پر پہنچتے پہنچتے انسان اپنے سارے حقوق سوسائٹی کی طرف منتقل کر بیٹھتا ہے، اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی زندگی بڑی بدمزہ ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو لطف احسان کا انبیاء کو محسوس ہوتا ہے دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پس یہ خیال کر لینا کہ نبی احسان کر کے تکلیف اٹھاتے ہیں بالکل غلط ہے۔ وہ تکلیف اٹھا کے بھی احسان کرتے ہیں۔ یہ فرق ہے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہمیں دائمی سبق کے طور پر ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نیکی کرنے پر مجبور تھے یعنی اپنی فطرت کی وجہ سے نیکی کی قدر کو انہوں نے محسوس فرمایا اور اتنا محسوس کیا کہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ پس عادت ایک ایسی چیز ہے جو دونوں جگہ ہے۔ چور بھی عادی ہو جاتا ہے، قاتل بھی عادی ہو جاتا ہے، سمگلنگ کرنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے، گھروں میں ڈاکے ڈالنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے مگر اس کی عادت لازماً دوسروں کو نقصان پہنچاتے پہنچاتے اس کی اپنی ذات میں ایک نقصان کے طور پر جمع ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ دن بدن خود اپنی نظر میں بھی گرتا ہے، سوسائٹی کی نظر میں بھی گرتا ہے مزید بدی کے بغیر اس کو مزہ نہیں آ سکتا۔ بدی سے جو مزہ ملتا ہے وہ دائمی نہیں ہوتا چند دن میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس کی روح بھی ان باتوں سے متاثر ہوتی ہے اور جس کو ہم جہنم کہتے ہیں وہ اسی چیز کا دوسرا نام ہے۔ ہر انسان جو بدیوں میں ملوث ہو اپنی روح کے لئے ایک جہنم پیدا کر رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی فلسفے کو یعنی سارا اسی فلسفے پر مبنی تو کتاب نہیں مگر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں اسی فلسفے کو، اس کتاب کے مضامین کے ایک حصے کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ پڑھیں بھی تو پوری طرح سمجھتے نہیں مگر امر واقعہ یہی ہے کہ آج اس دنیا میں ہم آئندہ دنیا کے لئے جنت اور جہنم بنا رہے ہیں۔ اور بچوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو گے اس سے کچھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور کچھ نقصان بھی۔ لیکن جو نقصان تم خود کسی اعلیٰ قدر کی خاطر اٹھاتے ہو اس نقصان میں مزہ ہے اور اس نقصان میں باقی رہنے والا مزہ ہے۔

پس آپ اپنے بچپن کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں۔ آپ کو بچپن کی وہی باتیں سب سے زیادہ پیاری لگیں گی جن میں آپ نے کچھ نہ کچھ ایسی بات کی تھی جس سے ماں خوش ہو گئی، باپ خوش ہو گیا، بہن خوش ہو گئی یا کوئی غریب ہمسایہ خوش ہو گیا۔ بسا اوقات ایک چھوٹا سا فعل ہے ایک غریب بھوکے کو روٹی کھلانا۔ ایک بچہ جب روٹی کھلاتا ہے تو پھر دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کے چہرے پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ جب اس کی تکلیف مٹ رہی ہوتی ہے اس کے چہرے پہ ایک سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے تو ویسا ہی سکون بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، ویسا ہی اطمینان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، بچے کے دل میں پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ جس پر احسان ہے وہ اس بات کو بھول بھی سکتا ہے روٹی کھائی، پیٹ بھرا اور بھول گیا لیکن جس نے کسی کا پیٹ بھر کر اس کے مزے کو دیکھا ہو وہ اس چیز کو کبھی نہیں بھول سکتا، ساری عمر کے لئے ہمیشہ اس کا یہ ایک فعل اس کے لئے مزید نیکیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔

پس اس **معاشرے میں جہاں ماحول نیکیوں کے مخالف ہے جہاں بدیوں کو تقویت دینے والا ہے وہاں بچپن ہی سے نیکیوں سے ذاتی لگاؤ پیدا کرنا اور اس کے لئے روزمرہ کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے۔** فائدہ اٹھانا اس لئے کہ اگر آپ محض تلقین کریں گے تو یہ تلقین ضروری نہیں کہ بچے پر نیک اثر ڈالے۔ بچوں سے کچھ کام کروا کے دیکھیں، کچھ نیکی اس سے ایسی صادر ہو جس میں آپ اس کے مددگار ہوں پھر دیکھیں کہ اس کے دل پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ مثال دی ہے ہمیں بچپن میں چندہ دینے کی عادت ماں نے ڈالی۔ کچھ پیسے وہ دیا کرتی تھیں اور پھر کہتی تھیں دوسرے ہاتھ سے کہ اللہ میاں کے لئے واپس کر دو۔ چونکہ اس میں جبر کوئی نہیں تھا بلکہ ایک تحریص تھی اس لئے جب ہم واپس کرتے تھے تو مزہ آتا تھا اور دن بدن، سال بہ سال یہ احساس بڑھتا گیا کہ ہمارا بھی نام ان لوگوں میں ہے جنہوں نے دین کی خاطر کوئی قربانی کی ہے۔ اس کے بعد یہ سکھانے والا باقی رہے نہ رہے یہ نیکی ضرور باقی رہ جاتی ہے، ہو نہیں سکتا کہ زندگی بھر ساتھ نہ دے۔ پس **نیکی کا مزہ صرف سمجھانے سے نہیں آئے گا، نیکی کا مزہ نیکی کروانے سے آئے گا اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس معاشرے میں شدید ضرورت ہے۔**

دوسری بات یعنی اور بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نوٹس کے طور پر اپنے سامنے رکھی ہیں لیکن یہ ایک ایک بات بھی اگر پھیلائی جائے تو بہت پھیل سکتی ہے، **دوسری بات جو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے۔** جیسا کہ میں نے بیان کیا جب بچے باہر سکولوں میں جاتے ہیں تو بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان میں اگر خود اعتمادی ہو اور ماں باپ ان کو پہلے سے سمجھا چکے ہوں کہ تمہاری نیکیوں پر سوسائٹی تمسخر اڑائے گی، تمہیں ذلیل نظروں سے دیکھے گی لیکن تم نے سر اٹھا کر چلنا ہے۔ اگر کہیں سر اٹھانا جائز ہے تو اس موقع پر سر اٹھانا جائز ہے اور لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بتائیں کہ تم کوڑی کی بھی پرواہ نہ کرو جو چاہے دنیا کہتی پھرے جس طرح چاہے دیکھے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کردار تب بنے گا کہ تم جن باتوں کو اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو۔

چنانچہ بہت سی احمدی بچیوں کی تربیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجھے اسی اصول سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ملی۔ کئی ایسی بچیاں ہیں انگلستان میں جو پردے کی عمر کو پہنچیں لیکن سوسائٹی سے متاثر ہو کر پردے کے لئے تیار نہیں تھیں اور ماں باپ کے سامنے بھی انہوں نے کہا نہیں، ہم نہیں یہ کام کر سکتیں۔ جب ماں باپ نے مجھے بتایا میں نے ان کو بلایا اور پیار سے سمجھایا۔ میں نے کہا تم یہ دیکھو کہ تم پردہ کس کے لئے کر رہی ہو اللہ کے لئے یا ماں باپ کے لئے یا اور کوئی پیش نظر بات ہے۔ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ قربانی چاہتا ہے کہ تم اپنے حسن کو، اپنی دلآویزی کو چھپاؤ اور معاشرے کی بے راہرو آنکھوں کو اجازت نہ دو کہ وہ تم پر حملہ کریں یا حرص کے ساتھ تمہیں دیکھیں تو پھر یہ ایک اچھی بات ہے۔ اگر تم اچھی بات سے آج شرما گئیں تو ہمیشہ ساری اچھی باتوں سے شرماتی رہو گی۔ دل میں یہ خیال کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سوسائٹی کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بد ہے اور تم اچھی ہو تم نے ان کو سبق دینا ہے۔ چنانچہ جب ان باتوں کو خود اچھی طرح وہ سمجھ گئیں تو پھر میں نے ان کو دیکھا پردے میں ملبوس اور میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک کے سامان ہوئے اور ساری عمر کے لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک

کے سامان ہوئے - اتنا لطف آتا تھا ان کو دیکھ کر پھر اور وہ بڑے مزے سے میری طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یوں ہلکا سا، یہ بتاتی تھیں کہ ہاں ہم خوش ہیں - ہمیں اب پتہ چلا ہے کہ ہم کیا چیز ہیں - پس **نیکی پر خوداعتمادی یہ بہت ضروری ہے اور اس خوداعتمادی کے فقدان کے نتیجے میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں** - پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں - تمہاری عزت اور اعلیٰ اقدار گندگیوں سے مونہہ موڑنے سے وابستہ ہیں - سوسائٹی ایک طرف مونہہ کر کے جاتی ہے تم دوسری طرف مونہہ کر کے چلو اور اس میں تمہارا سر فخر سے اٹھنا چاہئے، ذلت کا احساس نہیں ہونا چاہئے - اگر نیکی کے ساتھ ذلت کا احساس ہو تو یہ نیکی کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی - پس اکثر خرابی یہاں بچوں میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو گھر میں نیکی میں عزت کا احساس نہیں بتایا جاتا - یہ نہیں بتایا جاتا کہ تم میں تو اس سے خوداعتمادی پیدا ہونی چاہئے، تم اونچے ہو تم گھٹیا لوگوں سے شرماتے ہو - یہ تم کیا چیز ہو، کیا کبھی جانوروں سے بھی تم شرمائے ہو کہ جانور ہر قسم کی بے ہودہ حرکتیں کر رہے ہیں اور تم انسانوں کی طرح چل رہے ہو - تمہیں جانوروں پر رحم تو آسکتا ہے مگر جانوروں سے شرما نہیں سکتے - پس انسانی ماحول میں بھی جانور بس رہے ہیں اور جانور وہ جو مادر پدر آزاد ہیں، جانوروں سے بھی بے حیائیوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے سامنے تمہیں سر اٹھا کر چلنا ہے -

یہ وہ تکبر ہے جس میں حقیقت میں بنیادی طور پر انکساری ہے کیونکہ خدا کی خاطر آپ اپنا سر اٹھا رہے ہیں اور ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا اثر ڈالنے کے لئے سر اٹھانا ہی نیکی بن جایا کرتا ہے - **اپنی اعلیٰ اقدار پر سر اٹھا کر چلیں کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آپ کو کس طرح دیکھتا ہے اور کیا سمجھ رہا ہے یہ احساسِ خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے** - اگر آپ نے نہ کیا تو پھر بارہ، چودہ، پندرہ سال کے بعد بالکل آپ کا بس نہیں رہے گا - آپ کو اختیار نہیں رہے گا - پھر دنیا کی لذتیں ان کو اس عمر میں اپنی طرف اس طرح کھینچیں گی کہ ان کے نزدیک خوداعتمادی کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا -

پس بہت سے ایسے خاندان میں نے دیکھے جن کے بچے ماں باپ سے ڈرے ہوئے تھے اور نظر آرہا تھا کہ ماں باپ بڑے جبار ہیں اور ان کی مجال نہیں کہ وہ ان سے ہٹ کر چلیں اور مجھے ان کے متعلق تشویش پیدا ہوتی تھی، رحم آتا تھا کہ کیسی تربیت ہے کہ جب بھی یہ آزاد ہوں گے ان ماں باپ کی کوڑی کی بات بھی نہیں سنیں گے - پس خاص طور پر افریقن و امریکن بچوں کے لئے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے افریقن و امریکن ماں باپ جو نیک اور مخلص ہیں وہ اس طرح کرخت بھی ہیں اور اپنے گھر میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں بڑے جابر ہیں - ان کے بچوں کو میں نے دیکھا ہے بہت سر جھکا کر چل رہے ہیں، مجال ہے جو ادھر سے ادھر ہو جائیں - کئی دفعہ غلطی سے انہوں نے بایاں ہاتھ کر دیا تو سختی سے ڈانٹ پڑی خبردار! دایاں ہاتھ آگے کرو - جزاکم اللہ اس طرح کہو، فلاں بات یوں کہو اور ماں باپ سمجھ رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے بچوں کی کیسی اچھی تربیت کی ہے - ان کو یہ نہیں پتہ کہ کل بچے مڑ کر دیکھیں گے اور کہیں گے اب جو کرنا ہے کر لو اب ہم تم سے نکل کے آزاد ہو چکے ہیں -

تو نیکی کی لذت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا سکھانا یہ ماں باپ کا کام ہے - نیکی سے وابستگی لذت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی - کوئی انسان سر پھرا تو نہیں ہے کہ بے وجہ لذتوں سے مونہہ موڑ لے جب تک بہتر اور اعلیٰ لذتیں نصیب نہ ہو - اس لئے خدا تعالیٰ کا یہ ایک دائمی قانون ہے جس کو آپ کو پیش نظر رکھنا ہے - ﴿ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ﴾ سارے قرآن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے - برائی کے خلاف جہاد کی اجازت نہیں جب تک کہ اس سے بہتر چیز آپ پیش نہیں کر سکتے - پس احسن کے ذریعے بدی کو دور کریں - اچھی چیز پاس ہے تو وہ دیں تاکہ بدی اس سے نکل کر دور بھاگے اور اچھی چیز میں خوبی یہ ہوا کرتی ہے یعنی اچھی چیز کا اچھا دیکھنا ضروری ہے یہاں جا کر فرق پڑ جاتا ہے -

جب آپ کے بچے اچھی چیز کو اچھا نہیں دیکھتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈرے ہوئے ہیں - وہ سمجھتے ہیں ماں باپ کا خیال ہے کہ اچھی ہے جب تک ہم ان کے قبضہ قدرت میں ہیں ہم بھی اچھا کہیں گے اس کو اور جب نکلیں گے تو پھر جو ہماری مرضی کریں گے - لیکن اچھے کو اچھا دکھانے کے لئے وہ تجربے ضروری ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں - اچھی چیزوں کی لذت دل میں پیدا کریں - اور میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صرف بحیثیت خلیفہ باقی بچوں کی تربیت میں اس سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے بچوں کی تربیت میں ہمیشہ اس سے کام لیا ہے اور اللہ کے فضل کے ساتھ جب ان کو نیکیوں سے محبت پیدا ہوئی تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں - اپنے گھروں کی تنہائیوں میں، اپنے بچوں میں جہاں بھی وہ ہیں ان کو بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار ہو چکا ہے اور وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتے - پس **آپ اپنے بچوں کو بچپن ہی میں وہ اہمیت دیں جس کے وہ مستحق ہیں، ان سے بڑوں کی طرح باتیں کریں ان کو سمجھائیں اور ساتھ لے کر چلیں** -

اس ضمن میں خوداعتمادی کے علاوہ بعض اور باتیں ہیں جو ابھی بیان کرنا ضروری ہیں - مثلاً **عبادت کا فلسفہ بچپن ہی سے ان کو سمجھانا ضروری ہے** - میں نے یہ کہا کہ جب آپ ان کے دل میں نیکی کا پیار پیدا کر دیں، دل میں یقین بھر دیں کہ ہاں یہ اچھی چیز ہے وہ اس سے چمٹے رہیں گے مگر یہ کہنا اس تحدی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ بہت سے ایسے بچے بھی میں نے دیکھے ہیں جن کے ماں باپ نے پوری محنتیں کیں لیکن ماں باپ دنیا سے رخصت ہوئے پھر وہ اس دنیا میں پڑ کر کہیں سے کہیں سرکتے ہوئے چلے گئے - ایک چیز ہے جو ہمیشہ ان کی محافظ رہ سکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے - اور **عبادت کے فلسفے میں خدا کی محبت کا فلسفہ داخل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر حقیقت میں عبادت کے کوئی بھی معنے نہیں** -

پس بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار کے ساتھ ساتھ اس وجود سے پیار پیدا کرنا ضروری ہے جو نیکیاں سکھانے والا ہے اور اس میں سب سے اہم انسانوں میں آنحضرت ﷺ ہیں - اور پھر اس کے بعد عبادت کا فلسفہ جو آنحضور ﷺ کے حوالے ہی سے بیان کیا جائے گا - اور اس بات کو اگر بچے سمجھ لیں کہ عبادت کیوں ضروری ہے تو پھر وہ خود ہی عبادت کریں گے - اور اگر وہ خود عبادت کرنے لگیں گے تو پھر ان کی عبادت کو پھل لگیں گے - اگر آپ کے کہنے پر عبادت کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں میں عبادت کرنی ضروری ہے تو وہ عبادت ضروری نہیں کہ ہمیشہ ان کا ساتھ دے - پس عبادت کے تعلق میں بعض اہم امور ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے ضروری ہیں -

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کیوں کی جاتی ہے، انبیاء عبادت کیوں کرتے ہیں اس کا فلسفہ آپ کو سمجھایا جائے - بعض بچے کہتے ہیں صبح ہم سے اٹھا نہیں جاتا، کیوں اٹھیں - ایک دو نمازیں Miss ہوگئیں تو کیا فرق پڑ گیا بعض کہتے ہیں چار پانچ Miss ہوگئیں تو کیا فرق پڑا، ہم اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہیں - جب تک آپ عبادت کا فلسفہ ان کو نہیں سمجھائیں گے ان کو یہ فرق سمجھ نہیں آئے گی - ابھی ایک ملاقات میں یعنی ابھی سے مراد ہے کچھ دن پہلے، ایک بچے نے کہا کہ صبح کی نماز میں اس وقت اٹھنا کیوں ضروری ہے اور اگر میں صبح کی نماز نہ بھی پڑھوں تو کیا فرق پڑتا ہے - میں نے کہا آپ مجھے یہ بتائیں آپ ناشتہ کرتے ہیں - کہ ہاں میں کرتا ہوں - تمہیں اچھا لگتا ہے؟ اس کو اتفاق سے اچھا لگتا تھا بعض بچوں کو نہیں لگتا، کہ ہاں مجھے بہت اچھا لگتا ہے - میں نے کہا نہ کیا کرو کیا فرق پڑتا ہے؟ تو اس کو سمجھ آئی ہاں فرق پڑتا ہے - مگر وہ فرق ہے کیا، یہ جب تک نہ سمجھایا جائے اس وقت تک محض فلسفیانہ جواب سے اگر عقل مطمئن بھی ہو تو پوری طرح دل مطمئن نہیں ہوا کرتا - ناشتہ اچھا لگتا ہے اس لئے کہ اس کو کھانے سے مزہ آتا ہے - اگر آپ کہہ دیں کہ عبادت بھی اور صبح کی نماز بھی ایک ناشتہ ہے تو مان تو جائے گا مگر اس نماز میں اگر مزہ ہی نہ آئے تو اس کو کیا پتہ کہ یہ ناشتہ تھا بھی کہ نہیں اس لئے عبادت میں مزہ پیدا کرنا یہ آغاز ہی سے ضروری ہے - اور اس سلسلے میں بہت لمبی باتیں ہیں جو بیان کی جاسکتی ہیں مگر وقت کی رعایت کے پیش نظر میں مجبور ہوں کہ اس بات کو ذرا مختصر کروں -

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنی عبادت پر غور کیا کہ آپ کو کیوں مزہ آیا - خدا سے تعلق کی جھرجھری جب تک دل میں پیدا نہ ہو اس وقت تک عبادت میں مزہ ہی نہیں آسکتا اور اس تعلق کو پیدا کرنے

کے لئے احسان کرنے والے اور احسان مند کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو کھولنا ضروری ہے۔ چنانچہ بچوں کو یہ سمجھانا پڑے گا تمہیں ناشتہ پسند ہے مگر پتہ ہے کہ ناشتہ پیدا کیسے ہوا۔ ایک ایسا قادر مطلق ہے جو رب العالمین ہے اس نے تمام جہانوں کی ربوبیت کی ذمہ داری آپ اٹھالی تھی۔ تمہیں تو خدا نے اتنے اچھے اچھے کھانے، اتنے اچھے اچھے رزق عطا فرمائے ہیں مگر ساری دنیا پر نظر ڈال کے دیکھو، سمندروں کی گہرائیوں میں بھی رزق مقرر ہے۔ اڑنے والے پرندوں کے لئے آسمان کی بلندیوں تک جو جاتے ہیں ان کے لئے بھی رزق مقرر ہے۔ کوئی کائنات میں ایسا جاندار نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق کے سامان نہ فرمائے ہوں اور اس پر اگر آپ غور کریں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ ان کو سمجھانا پڑتا ہے۔

چنانچہ اپنے گھر میں بچوں کو بعض دفعہ میں سمجھاتا ہوں کہ باہر نکل کے دیکھو پرندے صبح اٹھتے ہیں ان کو کوئی پتہ نہیں کہ کہاں سے کیا ملے گا۔ کوے اٹھتے ہیں اور چہچہانے والے چھوٹے پرندے صبح کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں۔ پانی پہ بیٹھنے والے پرندے ہیں ان کو پتہ نہیں مچھلی کہاں ہے۔ ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ رزق کے سامان فرمائے ہیں بلکہ سامان حاصل کرنے کے ذریعے بھی بیان فرمائے ہیں، ان کے اندر ودیعت کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک جھیل پہ Seagulls اڑ کے اتر رہی تھیں بار بار ایک جگہ، میں نے ساتھ مسافروں کو سمجھایا۔ میں نے کہا دیکھو یہ Seagulls جو دیکھ رہی ہیں وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ تم ڈھونڈ رہے ہو، مچھلیوں کے لئے راڈیں پکڑی ہوئی ہیں اپنی، کہ کہاں مچھلیاں ہیں اور کچھ پتہ نہیں۔ لیکن ان کو خدا تعالیٰ نے نہ صرف وہ آنکھ دی ہے جو پہچانتی ہیں مچھلیوں کو بلکہ جب ان پر گرتی ہیں تو بعینہٖ نشانے پر گرتی ہیں اور دیکھو جو بھی نیچے جاتی ہے کچھ اٹھا کر اوپر نکلتی ہے۔ کیسا کیسا قدرت نے رزق کا سامان مقرر فرمایا ہے۔ تم بھول جاتے ہو اس بات کو کہ جو ناشتہ تم کر رہے ہو، جو کھانا تم کھا رہے ہو اس کے لئے خدا نے قانون قدرت میں کتنی دیر سے سامان بنا رکھے ہیں۔ تو وہ ماں باپ جو تمہیں کوئی اچھا ناشتہ دیتے ہیں یا کوئی دوست دعوت کرتے ہیں کسی کو چائنیز کھانا پسند ہے تو ہوٹل میں لے جاتے ہیں دیکھو کتنا دل چاہتا ہے ان کا شکریہ ادا کرنے کو اور جتنا شکریہ ادا کرتے ہو تمہیں بھی مزہ آتا ہے، جس کا شکریہ ادا ہو رہا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے خرچ کیا تھا اس کو خرچ میں مزہ آنے لگتا ہے تو تم نے کبھی سوچا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کر رکھے ہیں اور وہ نہ کرے تو کچھ بھی باقی نہ رہے۔ ایک پانی پر ہی غور کر کے دیکھ لو کہ قرآن کریم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بندوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر ہم پانی کو گہرائی میں لے جائیں تو کون ہے جو اسے نکال سکے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب خشک موسم آتے ہیں تو پانی نیچے اترنے لگتے ہیں جب نیچے اترنے لگتا ہے تو کوئی دنیا کی طاقت بڑی سے بڑی طاقت بھی ہو اتنا خرچ کر ہی نہیں سکتی کہ اسی پانی کو اٹھا کر اس سے اپنے رزق کے سامان بھی پیدا کرے اور پیاس بھی بجھائے، وہ اترتے اترتے اس مقام تک پہنچتا ہے کہ اس کو اوپر آنا بہت مہنگا ہو جاتا ہے اور پھر غائب بھی ہو جایا کرتا ہے۔ تو یہ تفصیل ہے جو رزق سے تعلق رکھتی ہے۔ اس ایک ناشتے کے حوالے سے آپ رفتہ رفتہ بچوں کو ایسی باتیں بتا سکتے ہیں جو قانون قدرت میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہیں ان کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کو سمجھانا ضروری ہے تا وہ سمجھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کئے ہوئے ہیں اور خود غائب ہو گیا ہے۔ تم اسے ڈھونڈو اپنے تصور میں اور اس کا شکریہ ادا کرو پھر تمہیں لذت آئے گی کہ شکریہ ہوتا کیا ہے اور جب تم شکریہ ادا کرو گے تو وہ خدا تم پر اور زیادہ مہربان ہو گا۔

یہ عبادت کا فلسفہ سکھانے کے لئے ابتدائی چیزیں ہیں۔ اس لئے بچے سے کہا جائے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہو اگر تمہیں ساری نماز کا ترجمہ نہیں بھی آتا تو اس دن کی اچھی باتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کر لیا کرو کہ اے اللہ تو نے آج میرے لئے یہ کیا، مجھے بہت مزہ آیا۔ میں نے آج ٹھنڈا پانی پیا، میں نے کوکا کولا پی اور میں نے فلاں ہمبرگر کھایا جو بھی کھایا کرتے ہیں لوگ یہاں، تو اس وقت سوچا تو کرو کہ اصل دینے والا کون ہے۔ اگر اس طرح بعض لذتوں کا تعلق دینے والے ہاتھ کے ساتھ قائم کر دیا جائے تو یہ عبادت کا پہلا فلسفہ ہے جو بچے کے دل میں جانشین ہو گا اور پھر اسے ایک اور ہاتھ ہے جو اٹھا لے گا جس کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بچہ جب پیار سے اپنے اللہ سے کوئی بات کرتا ہے تو میرا تجربہ ہے کہ اللہ ضرور اس کا جواب دیتا ہے اور ایک بچے کے دل میں اگر خدا کے لئے کوئی شکر پیدا ہو تو اللہ اس کے دس شکر ادا کرتا ہے اور ان معنوں میں وہ شکور ہے۔

اب حیرت کی بات ہے کہ اللہ تو ہر احسان کرنے والا اور ایسا وجود ہے جس کو کسی کے شکر کی ضرورت کوئی نہیں کوئی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ شکریہ کس بات کا ادا کرتا ہے، شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور یہ چیز اس نے انسانی فطرت میں بھی رکھ دی ہے۔ پس بچوں کو سمجھانا ضروری ہے کہ دیکھو ایک بچہ تم سے کوئی اچھا سلوک کرے، رستہ چلنے والا تمہیں ایک لفٹ ہی دے دیتا ہے تو کتنا تمہارے دل میں شکریہ اٹھتا ہے اور جب تم شکریہ کرتے ہو تو وہ بھی آگے تمہارے شکریے کا شکریہ ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ کہتا ہے چھوٹی سی بات تھی کچھ بھی نہیں تھا آپ نے تو بہت ہی محسوس کیا ہے۔ تو شکر کرنے والا حقیقت میں ایک بات کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے اور جو اس کے جواب میں شکریہ ادا کرتا ہے وہ صرف شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

تو شکر کو طاقت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم فرمایا ہے کہ بندہ ایک شکر کرتا ہے اللہ دس شکر کرتا ہے اور ہر شکر کے جواب میں اس پر اور زیادہ احسان فرماتا ہے۔ اس طرح بچے کو اگر آپ سمجھائیں تو وہ خود دیکھے گا اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے، واقعۃً اللہ تعالیٰ ہمارے ادنیٰ ادنیٰ شکر کو قبول فرماتے ہوئے اتنا شکر ادا کرتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح پگھلے خدا کے حضور اور ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور یہ باتیں وہ ہیں جو روزمرہ کے تجربے میں آئی ہوئی باتیں ہیں، کوئی فلسفہ ایسا نہیں جو آسمان پر اڑ رہا ہے۔ یہ فلسفہ وہ ہے جو روزمرہ کی زندگی میں انسانی تعلقات میں بھی ہم دیکھ رہے ہیں اور بندے اور خدا کے تعلق میں بھی یہی دکھائی دیتا ہے۔ تو محض یہ کہہ دینا کہ جی پانچ وقت نمازیں ضروری ہیں تم نے لازماً پڑھنی ہیں یہ اور بات ہے اور ان نمازوں سے محبت پیدا کرنا اور نمازوں کا فلسفہ سکھانا یہاں تک کہ وہ دل کو متحرک کر دے، دل میں ایک تموج پیدا کر دے یہ وہ چیز ہے جو بچوں کی آئندہ نمازوں کی حفاظت کرے گی۔ اور ایسی حفاظت کرے گی کہ ماں باپ بچپن سے ہی ان کو چھوڑ کر جا سکتے ہیں پھر وہ خدا کے حوالے ہوں گے، اللہ ان کا ہاتھ پکڑ لے گا اور ماں باپ کی آرزوں کو ایسے وقت میں پورا کرے گا جب ماں باپ موجود ہی نہیں ہیں۔

پس اگر اپنے بچوں کے دل میں خدا کی محبت عبادت کے حوالے سے پیدا کریں تو یہ نظام وہ ہے جو بچوں کی ہر حال میں ہر جگہ حفاظت فرمائے گا۔ ایسے اعلیٰ کردار کے بچے جب پیدا ہوں پھر وہ سوسائٹی میں جائیں تو ان کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہیں ہو گی یعنی اس پہلو سے تو پرواہ ہو گی کہ یہ بھی اچھے ہو جائیں، اس پہلو سے پرواہ ہو گی کہ ان کو بھی میں بتاؤں کہ خدا کی محبت میں کیا مزے ہیں نیکیوں میں کیا لذات ہیں۔ مگر اس پہلو سے کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ وہ ان کی نیکیوں کو بدی کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ آپ ہی کے امریکہ میں ایک دفعہ نہیں بارہا ایسا ہوا ہے کہ بعض احمدی بچوں نے لڑکوں نے یا بعض احمدی لڑکیوں نے خطوں کے ذریعے مجھ سے سوال کئے اس طرح ہمارے لئے مسئلہ درپیش ہے بتائیں ہم کیا کریں۔ ان کو میں نے یہ تفصیل سے تو نہیں سمجھایا مگر کسی حد تک مختصر مرکزی بات سمجھادی کہ آپ اگر ایک بات کو نیکی سمجھ رہے ہیں تو اس کے اوپر ذاتی فخر محسوس کریں اور سوسائٹی کی کوئی پرواہ نہ کریں پھر دیکھیں کہ آپ کے دل میں کیا کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور بلا استثناء ان سب نے مجھے یہی بتایا کسی نے جلدی کسی نے دیر کے بعد کہ اب تو ہم مؤثر ہونے لگ گئے ہیں اور سوسائٹی متاثر ہو رہی ہے اب لوگ قریب آکر ہمارے انداز سیکھ رہے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور بات جو آپ کو سمجھانے والی ہے وہ یہ ہے کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو آپ معمولی نہ سمجھا کریں۔ میں نے کئی بچوں کو دیکھا ہے ان کے گلے میں تعویز سے لٹکے ہوئے ہیں، کسی کے کان میں بندا پڑا ہوا ہے، کسی کے بالوں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے قریب سے رگڑے گئے ہیں بال اور اوپر سے بڑے بڑے ہیں، ٹوپی پہنیں تو لگتا ہے ٹنڈ کروائی ہوئی ہے ٹوپی اتاریں تو بڑے بڑے بال دکھائی دیتے ہیں۔ ان کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم کچھ عرصے پہلے جب یہ فیشن نہیں تھا کسی دکان میں جاتے وہ یہ حالت تمہاری بنا دیتا تو نہ صرف یہ کہ تم نے پیسے نہیں دینے تھے اس سے بڑی سخت لڑائی کرنی تھی کہ او بدبخت تو نے کیا حال بنا دیا ہے یہ کوئی شکل ہے میری دیکھنے والی۔ اب اسی شکل کو تم لئے پھرتے ہو سوسائٹی میں، اس لئے نہیں کہ تمہیں پسند ہے اس لئے کہ تم پیچھے چلنے لگ گئے ہو، تم غلام ہو گئے ہو اور غلام کی کوئی عزت نفس نہیں ہوا کرتی۔ ان کو یہ سمجھائیں کہ کیا ہو گیا ہے۔ تم فیشن کی پیروی کرنے والے نہ بنو فیشن بنانے والے بن جاؤ۔ وہ بنو جس کے پیچھے لوگ چلا کرتے ہیں۔ تو اگر بچے سمجھ جائیں بات کو تو ان کے اندر تبدیلی ہوتی ہے۔ انگلستان میں بارہا ایسا مجھے تجربہ ہوا ہے کئی بڑے بڑے چھتوں والے میرے پاس آئے بعضوں نے گتیں بنائیں ہوئی تھیں اور میں نے کہا یہ تم نے کیا کیا ہوا ہے۔ تو ماں باپ نے کہا کہ یہ بات نہیں مانتا آپ چھوڑ دیں اس کو۔ میں نے کہا کیوں نہیں مانتا میں ابھی سمجھاتا ہوں اس کو اور اگلی دفعہ آئے بالکل نارمل، گتیں کاٹی ہوئی، بعضوں نے میرے

سامنے ہی اپنے تعویذ نوچ پھینکے کہ آج کے بعد ہم نہیں پہنیں گے یہ ذلیل چیز ہے۔ تو سمجھانے سے انسان اپنے اندر تبدیلی پیدا کیا کرتا ہے اور سمجھانے سے اندر کا انسان بدلتا ہے۔ جب تک آپ اندر کے انسان کو نہیں بدلیں گے بیرونی انسان بدلنے سے کیا حاصل ہوگا۔

پس وہ سوسائٹی جو مخالفانہ اثر رکھنے والی سوسائٹی ہے اس نے تو ہر وقت آپ کے بچوں کو آپ سے چھیننے کی کوشش کرنی ہے۔ آپ کا جواب یہ ہونا چاہئے کہ ان کے اندر وہ دفاع پیدا کردیں کہ سوسائٹی کو جرأت نہ ہو ان کو بدلنے کی اور وہ سوسائٹی کو بدلیں اور اپنے گردوپیش میں تبدیلیاں پیدا کریں۔ پس وہ احمدی جو نواحمدی ہیں مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اب ہم امریکہ کو کیسے بدلیں گے ان کو میں یہ جواب دے رہا ہوں کہ اسی طرح بدلیں گے جیسے ایک انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ساری سوسائٹی کو بدل دیا تھا۔ اور اس میں تبدیلی پیدا کرنے والی ایسی باتیں پیدا ہو چکی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے مقرر فرمادیا۔ آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کی قوت قدسیہ ہم میں موجود ہے۔ وہی قوت قدسیہ ہے جس نے مسیح موعود کو پیدا کیا ہے، وہی قوت قدسیہ جو آج جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نیکی کے لئے محبت کرنے والے پیدا کر رہی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے ساری دنیا کو بدلنے کے لئے اگر پیدا کیا جاسکتا تھا تو آخر کیوں پیدا کیا گیا تھا اس لئے کہ آپ نے اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرلی تھی جو ماحول کو بدلا کرتی ہے۔ آپ ایک ذرہ بھی ماحول سے متاثر ہونے والے نہیں رہے۔ پس اپنے اندر وہ انسان پیدا کریں اور اپنے بچوں میں وہ انسان پیدا کریں کہ متاثر ہونے کی بجائے مؤثر ہو جائے اور یہی خاتم کا دوسرا نام ہے۔ بعض لوگ سمجھتے نہیں کہ خاتمیت کیا چیز ہے تو آنکھیں بند کر کے بس خاتمیت کا لفظ اٹھائے چلے جاتے ہیں کہ اب نبی کوئی نہیں، نبی کوئی نہیں۔ خاتمیت تو ایک ایسی مہر ہے جو محمد رسول اللہ کے ہر غلام میں لازماً پیدا ہونی چاہئے۔ خاتمیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مہر دوسرے پر اثرانداز ہو جیسے تم ہو کم سے کم ویسا تو بن سکے اور اسی میں ہمارے لئے ایک خوش خبری بھی ہے اور ایک خطرے کا الارم بھی ہے۔

آنے والے بہت سے آرہے ہیں اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب امریکہ میں بھی تبلیغ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ ابھی اس میں بظاہر اتنی تیزی پیدا نہیں ہوئی جتنی میں توقع رکھتا ہوں لیکن ملاقاتوں میں میں نے ایسے مخلص نئے آنے والے دیکھے ہیں اور نئی آنے والیاں دیکھی ہیں جن کے متعلق بعض دفعہ میں سمجھتا تھا کہ پیدائشی احمدی ہیں اور جب پوچھا گیا تو کسی نے کہا میں چھ مہینے پہلے ہوا تھا یا سال پہلے احمدی ہوئی تھی۔ بہت نمایاں پاکیزہ تبدیلیاں ہیں۔ لیکن اگر پرانے احمدیوں میں ان کے اندر وہ تبدیلیاں پیدا نہ ہوئیں تو یہ لوگ پھر زیادہ دیر آپ کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے اور ہر وہ شخص جو کسی اور میں پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ ایک مہر کا مقام رکھتا ہے، وہ اپنی مہر دوسرے پر چسپاں کیا کرتا ہے اور اکثر اس کی بدیاں دوسرے میں منتقل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس اس پہلو سے **اپنے بچوں کی بھی حفاظت کریں ان کو چھوٹے چھوٹے خاتم بنالیں جو آنحضرت ﷺ کی خوبیوں کو دوسروں میں رائج کرنے کی طاقت رکھیں۔** اگر مہر پر دوسری مہر لگ جائے اور وہ مہر مٹ جائے تو اس کو مہر کہا ہی نہیں جاتا۔ پس آپ وہ مہر بنیں جو غیر اللہ کا اثر قبول نہ کرے ورنہ آپ کے نقوش مٹ جائیں گے۔ آپ اپنی مہر کو جب جس پہ ثبت کریں گے جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ اس پر ثبت نہیں کرے گی کیونکہ دنیا نے اس کے نقوش بدل دیئے ہوں گے۔ پس سمندر کی لہروں کی طرح جو ریت پر کچھ نقشے بناتی ہیں اپنے نقشے ایسے نہ بنائیں کہ ہر اٹھنے والی لہر اس نقشے کو پھر بدل جائے۔ آج کی لہروں نے کچھ اور نقشے کھینچے ہیں کل کی لہریں کچھ اور نقشے بنا جائیں۔ آپ نے تو دواماً آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت کا نقشہ اپنے اندر بنانا ہے اور پھر اس کو جاری کرنا ہے۔ پس جب تک اپنے بچوں میں جاری نہیں کریں گے آئندہ نسلیں سنبھالی نہیں جاسکیں گی۔

﴿ولتنظر نفس مّا قدّمت لِغدٍ﴾ یاد رکھو خدا کا یہ پیغام ہے آج دیکھو کہ کل کیلئے تم کیا بھیج رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿ان اللہ خبیر بما تعملون﴾ اگر آج تمہارے نقوش پختہ ہیں، اگر آج تمہارے نقوش دائمی ہیں تو کل تمہاری نسلوں کے نقوش بھی پختہ اور دائمی ہوں گے۔ اگر آج یہ روزمرہ مٹنے والے اور بدلنے والے ہیں تو کل کی نسلوں کی کیا ضمانت ہے وہ بھی اسی طرح سمندری لہروں کے سہارے روز اپنے نقش بدلا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ تبلیغ کے نئے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو جس طرح میں مختصراً آپکو سمجھا رہا ہوں ان تقاضوں کو آپ پوری طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کریں لیکن ایک فرض کے طور پر نہیں بلکہ دلی لگاؤ کے ساتھ۔

دلی لگاؤ اور اعلیٰ اقدار کا ایک گہرا تعلق ہے جو اعلیٰ اقدار کے دوام کے لئے ضروری ہے۔ عارضی طور پر اگر آپ نصیحتیں سن کر اپنے اندر مشکل سے تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور ان نیک تبدیلیوں پر قائم رہنے میں ہمیشہ مشکل محسوس کرتے ہیں تو ان کے دوام کی کوئی ضمانت نہیں، کچھ عرصہ کے بعد آپ کا دل ہار جائے گا اور کہیں گے چلو کوئی بات نہیں کچھ دیر نیکی کرلی اب چلو دنیا کے عیش بھی دیکھ لیں۔ لیکن اگر آپ کو ان سے محبت ہو جائے ان قدروں کے ساتھ، ان اخلاق کے ساتھ جو نیکی کی محبت آپ کے دل میں پیدا کر رہی ہیں تو پھر کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس ماحول میں آپ جائیں گے وہ آپ کے ساتھ ساتھ جائیں گی ہمیشہ وہ ماحول کو آپ کے مزاج کے مطابق تبدیل کرتی رہیں گی۔

پس اس پہلو سے آئندہ آنے والی تبلیغ کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کریں اپنی نسلوں کے لئے جو آپ خدا کے حضور جوابدہ ہیں اس نقطہ نگاہ سے بھی ان کو تیار کریں اور یاد رکھیں کہ آنے والوں کا ہم پر حق ہے ہر آنے والے نے اس کی مہر کو ضرور قبول کرنا ہے یا اس کے اثر کو کچھ نہ کچھ ضرور لینا ہے جس نے اسے احمدیت کا پیغام دیا۔ پس بہت بڑا کام ہے مگر ہمیں کرنا ہے۔ امریکہ کی تبدیلی ایک بہت بڑی تبدیلی ہے اگر اب ہم نے نہ کی تو کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ یہ ایک ایسی قطعی بات ہے جس میں کوئی آپ تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ **آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام دنیا میں تبدیلیاں اور پاک تبدیلیاں قائم کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے ہیں** ان کو دنیا سے نکال دو تو دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا سے کیا عرض کیا تھا جب آپ کو بتلایا گیا کہ لوط کی قوم مٹائی جانے والی ہے تو بہتوں سے شروع کر کے آخر دس تک جا پہنچے اے خدا ان میں دس بھی نیک نہیں ہیں جن کی خاطر لاکھوں کو زندہ رکھا جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے جواب دیا کہ دس بھی نیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رحم کے تعلق میں بہت جھگڑا کرنے والا تھا اور یہ ایک ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ہے جو بظاہر برائی ہے مگر اللہ بڑے محبت کے انداز میں بیان کر رہا ہے کہ یہ تو ہم سے بھی جھگڑا کرتا ہے مگر ہماری مخلوق پر رحم کرتے ہوئے۔ وہاں ابراہیم نے جھگڑا چھوڑ دیا اے خدا اگر ان میں دس بھی ایسے نہیں ہیں تو پھر میں کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔ تو تم تو ہزاروں لاکھوں ہو کروڑ بیان کئے جاتے ہو کروڑ سے بھی اوپر کی باتیں کر رہے ہو۔

میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہر محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔ ہو نہیں سکتا کہ دنیا ہلاک ہو جب تک آپ اس دنیا میں موجود ہیں۔ پس امریکہ کے متعلق مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں پانچ ہزار بھی ایسے ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے نقوش اپنے اندر اپنانے والے ہوں تو لازماً امریکہ کو بچایا جائے گا لیکن اگر گہرائی میں اتر کے دیکھیں تو پانچ ہزار بھی ایسے نہیں بنتے۔ ہمیں بنانے کی ضرورت ہے، محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے حوالے سے سب دنیا کو بھی تبلیغ کے نئے دور میں داخل ہوتے وقت ان تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اخلاق فاضلہ کو انتظامی ذمہ داریوں پر قربان نہیں کیا جا سکتا

آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے جب آپ دنیا میں خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے

جلسہ سالانہ برطانیہ کے حوالے سے میزبانوں اور مہمانوں کو اہم نصائح

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۸؍ جولائی ۱۹۹۷ء

لندن (۱۸؍ جولائی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ اور قرآنی آیات کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ برطانیہ کے قرب کے حوالے سے مختلف ممالک کے مہمانوں کی آمد پر انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ضروری نصائح فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ آنے والوں کا تعلق محض خدا سے ہے۔ وہ اللہ کی خاطر آتے ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ خدا کی خاطر آنا چاہئے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض اوقات آنے والے بعض اور نیتیں بھی ساتھ لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک نیت یہاں یا یہاں کے بہانے دوسرے ممالک میں پناہ ڈھونڈنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ پناہ ڈھونڈنا ان کا حق ہے مگر جلسے کو بہانہ بنانا درست نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بعض گنتی کے افراد کے ایسے طرز عمل کی وجہ سے جماعت کو اور افراد جماعت کو جو محض جلسہ میں شمولیت کے لئے یہاں آنا چاہتے تھے بہت سی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خدانخواستہ اگر ایک آدمی بھی ایسا ہوا جس نے جلسہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دنیاداری کو اپنالیا اور جلسہ کے ویزا کے بہانے یہاں یا دوسرے ممالک میں پناہ ڈھونڈی تو اسے ہمیشہ کے لئے جماعت سے نکال دیا جائے گا اور اس کی معافی کی درخواست زیر غور نہیں آئے گی۔

حضور نے مہمانوازوں کو بھی نصیحت فرمائی کہ مہمانوں کے دل نازک ہوا کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اگرچہ مہمان نوازی کی روایت تو تین دن کی ہے مگر جماعت نے پندرہ دن کی ذمہ داری قبول کی ہے کیونکہ بہت دور سے لوگ آتے ہیں۔ لیکن جو انفرادی طور پر کہیں ٹھہرے ہیں ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ چند دن کے بعد دوسرے انتظام میں منتقل ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیات "وات ذالقربیٰ حقہ الخ" کے ترجمہ کے بعد ان کی تشریح کے دوران یہ نصیحت فرمائی کہ مہمانوازی میں توفیق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسی توفیق جو کھینچ کر لمبی تو کی جا سکتی ہے مگر اس کی حدود سے باہر نہیں نکلا جا سکتا۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی مہمانوازی کے واقعات بیان کر کے بتایا کہ ان میں سادگی و بے تکلفی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ جلسہ پر بہت سے لوگ نازک مزاج بن کر آتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اس پر میزبان کا یہ حق نہیں کہ وہ ناراض ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اخلاق فاضلہ کو انتظامی ذمہ داریوں پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انتظامی طور پر مشکلات پیش آتی ہیں تو اخلاق فاضلہ کو بڑھ جانا چاہئے نہ کہ کم ہونا چاہئے۔ ہاں یہ یاد رکھیں کہ جو حفاظت کی ذمہ داری ہے اسے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ نظام جماعت کا فرض ہے کہ حفاظت کا انتظام بھی کرے اور ایسے لوگوں پر نظر رکھے جن کے متعلق خیال ہے کہ وہ شرارت کی غرض سے آئے ہیں۔ حضور نے حفاظت سے متعلق بھی تفصیل سے طریق کار سمجھایا اور بتایا کہ فری موبائل فورس یہ سیکورٹی یا حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ مختلف ممالک کے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ اس میں شامل کریں۔ حضور نے فرمایا کہ حفاظتی نظام میں لازم ہے کہ اس کو عالمی نظام کا مظہر بنایا جائے۔ جماعت کا ہر فرد سیکیورٹی کا ممبر ہے۔ یہ نظام سوائے جماعت احمدیہ کے کہیں بھی جاری نہیں۔ اس نظام کو سمجھیں کہ آپ کی زندگی کا حصہ بن جائے لیکن اخلاق فاضلہ کے ساتھ حفاظت کے لئے اپنے طور پر باشعور ہونا یہ امتزاج مومن کی شان ہے۔ بعض لوگ سیکیورٹی کی وجہ سے بداخلاق اور بدتمیز ہو جاتے ہیں یہ درست طریق نہیں۔

حضور انور نے جلسہ پر آنے والی عورتوں کو بھی نصیحت فرمائی اور ان کے ساتھ آنے والی غیر از جماعت مہمان خواتین کے متعلق بھی فرمایا کہ جو بہت زیادہ کھلے بدن اور لباس والی ہیں ان کو جلسے پر دعوت نہ ہی دیں کیونکہ آنے والے نہیں جانتے کہ یہ احمدی ہے یا غیر احمدی اور ہم انہیں سختی سے سر ڈھانکنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ حضور نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ٹھوکر کھانا بھی ایک جرم ہو جاتا ہے اور ٹھوکر لگانا بھی ایک جرم ہے۔ اپنے نفس کی حفاظت آپ کا ذمہ ہے۔

حضور نے جلسہ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سبھی شرکاء ایک مرکزی کردار میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ روح ہر انسان کی ایک ہے اور اس ایک روح کا عالمیت اختیار کر جانا اور توحید کے نیچے واقعۃً ایک ہو جانا یہ توحید کی علمبرداری ہے۔ آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے جب آپ دنیا میں خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے۔ آپ جب ایک دوسرے سے ملیں تو اس مرکزی حیثیت کو کبھی نہیں بھولیں کہ ہم سب ایک ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ عبادت کو ترجیح دیں۔ ہر جلسہ اسی مقصد کی خاطر ہے کہ خدا کے بندے خدا کے ہو جائیں۔ جب آپ عبادت پر زور دیتے ہیں تو آپ کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے پھر آپ نہ ٹھوکر کھانے والے ہوتے ہیں نہ ٹھوکر لگانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر قسم کی ٹھوکروں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

یہ جلسہ تمام جلسوں میں ایک خاص فوقیت اور شان رکھتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۸۹۷ء کے الہامات کے حوالے سے جماعت کے لئے عظیم خوشخبریوں اور ۱۸۹۷ء اور ۱۹۹۷ء کے درمیان حیرت انگیز مماثلتوں کا روح پرور تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۵؍ جولائی ۱۹۹۷ء

لندن (۲۵؍ جولائی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضور نے تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ آج ہمارا یو کے کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور اس جلسے کو رفتہ رفتہ ایک عالمی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور ایک مرکزیت عطا ہو چکی ہے۔ جس کے نتیجے میں لوگ اسی طرح ذوق شوق سے شامل ہوتے ہیں جیسے پاکستان کے مرکزی جلسے میں ہوا کرتے تھے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ جلسہ تمام جلسوں میں ایک خاص فوقیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ۱۸۹۷ء میں یہی جلسہ جو مسیح موعود علیہ السلام نے منعقد فرمایا اس کی الگ شان تھی۔ جو مضامین حضور علیہ السلام نے چنے وہ ایسے مضامین تھے کہ اس سال میں مسلسل میں ان مضامین کو موضوع بنا چکا ہوں۔ یہ اتفاق نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ تھا کہ ہمارا اس دفعہ کا جلسہ کئی طرح سے ۱۸۹۷ء کے جلسہ سے مشابہت رکھے گا اور یہ سال بھی کئی پہلوؤں سے مشابہت رکھے گا۔ اس پہلو سے جب میں نے ۱۸۹۷ء کے الہامات نکلوائے تو وہ الہامات کا سلسلہ خود اپنی ذات میں جماعت کے لئے ایک عظیم خوشخبری ہے۔ بہت سے ایسے امور ہیں جن کا ذکر افتتاحی اجلاس میں اور بعد کے اجلاسات میں ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ۹۷ء کے سال میں ایک سو سال پہلے ۱۸۹۷ء میں جو الہامات ہوئے ان کے حوالہ سے حضور ایدہ اللہ نے اس خطبہ میں بہت لطیف پیرایہ میں وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ الہامات اپنی ذات میں عجیب شان رکھتے ہیں اور جماعت احمدیہ کے لئے بہت بڑی خوشخبریاں لے کر آئے ہیں۔

حضور نے ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے ایک الہام کا ذکر فرمایا جس میں ایک دفعہ پھر ہندوؤں کے بڑے زور سے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی خبر دی گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ۱۹۹۷ء میں کثرت سے ہندو حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ سلسلہ بڑے زور سے آگے بڑھے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے مختلف الہامات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۸۹۷ء کے الہامات میں مخالفوں میں پھوٹ کا بھی خصوصیت سے ذکر ہے اور اس سال یہاں بھی مخالفوں میں پھوٹ ڈالی گئی ہے اور یہ اس سال کا خاص نشان ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ کے لئے اب ایک ہی مضمون ہے جو توحید کا مضمون ہے۔ اگر آپ توحید پر قائم ہو جائیں اور توحید کی طرف دنیا کو بلائیں تو یہ ایک ہی راہ ہے جس سے مرتی ہوئی دنیا زندہ ہو جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ سچی مسیحیت ایسی روح ہے جس کا توحید کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور یہ بار بار اترنے والی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے نام احمدؐ میں اسی مسیحی روح کی طرف اشارہ ہے۔ مسیحیت ایک روح، ایک مزاج کا نام ہے جو ہمیشہ توحید سے تعلق رکھتی رہے گی۔

حضور نے فرمایا کہ ۱۸۹۷ء میں "وسع مکانک" کا ایک الہام بھی ہے اور آج ۱۹۹۷ء "وسع مکانک" کا ایک عجیب نظارہ دکھا رہا ہے۔ جماعت خدا کے فضل سے اپنے مکان کو اس طرح وسعت دے رہی ہے کہ جہاں تک زمین کا تعلق ہے کثرت سے پھیل رہی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وسع مکانک میں ایک مکان خدا کا مکان ہے۔ جب خدا کا مکان ہمارے دلوں میں بنتا ہے اور پھر ظاہری طور پر مساجد کی صورت میں سامنے آتا ہے تو یہی وہ امر ہے جس کے لئے جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ مساجد کی توسیع کے متعلق جماعت کے جو منصوبے ہیں بعینہ اس سال بنے اور اسی سال میں نشو و نما پائے اور انشاء اللہ ان پر عمل در آمد بھی آپ اکثر حصوں میں اسی سال میں دیکھیں گے۔ اور اور الہام "آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں" کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ آسمان کا ساتھ ہونا ایم ٹی اے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ کل عالم میں آسمان نے جو گواہیاں دی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں جماعت کو گزشتہ نصف سال سے بڑھ کر یہ سمجھا رہا ہوں کہ یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت ضرور عطا ہوگی مگر اس کی نصرت کے حصول کے لئے لازم ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ حضور نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے جماعت میں کثرت سے ایسے وجود ملتے ہیں جو تقویٰ اور حسن تقویٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ خدا کے جو فضل کثرت سے ہم پر نازل ہو رہے ہیں یہ اس بات کی شہادت ہے کہ ہم اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں۔

نماز

مختلف اذکار کا مجموعہ

(مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب۔ ربوہ)

پنجوقتہ نماز ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار اس اہم فریضہ کا حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ نور آیت ۵۷ میں فرمایا وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوۃ دو اور اس رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

پھر سورۃ الماعون آیت ۵ تا ۷ میں وضاحت فرمائی فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۞ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۞ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ اور ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں (اور) جو صرف دکھاوے سے کام لیتے ہیں۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

یعنی ہر مسلمان پر پانچوں کی پانچوں نمازوں کی پابندی لازمی ہے۔ نماز کے سلسلہ میں نہ کوئی غفلت ہونی چاہئے اور نہ نمودو تشہیر۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے (دین حق) کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ ان پانچوں میں سے جو رکن اور فرض تسلسل کے ساتھ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ ہمارے ذمہ ہے وہ ہے نماز اور نماز بھی حتی الوسع باجماعت۔ اس لئے کہ قرآن کریم کا بار بار یہ حکم ہے "اقیموا الصلوۃ" کہ نماز قائم کرو یعنی جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ نماز کی باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ کے حضور باقاعدہ حاضری اور رب قدوس سے ملاقات کا اہتمام پیدا ہوتا ہے۔ نماز وہ ذریعہ ہے جس سے بندے کی عبودیت کا کم از کم پانچ بار ثبوت ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا رابطہ استوار رہتا ہے۔ نماز انسان کے اخلاق اور خیالات کو سنوارتی ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات اور ارشادات سے ان باتوں کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔ ایک جگہ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں ہے تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں"۔ (ملفوظات: جلد ۵: صفحہ ۲۵۳۔ ۲۵۴)

پھر فرمایا:۔

"نماز سے بڑھ کر کوئی اور وظیفہ نہیں کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے۔ استغفار ہے اور درود شریف ہے۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں"۔ (ملفوظات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۲۔ ۲۳۳)

نماز کی فرضیت اور تاکید بموجب احادیث نبویؐ

(الف) بخاری شریف میں معراج کے متعلق ایک طویل حدیث بیان ہوئی ہے۔ اس کا جو حصہ نماز سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریمؐ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب حضورؐ واپس لوٹ رہے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے پچاس نمازوں کی فرضیت کے بارے میں بتایا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ آپؐ اپنے پروردگار سے ان میں کمی کروائیے کیونکہ یہ آپ کی امت کے لئے بہت زیادہ ہیں۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نمازوں کا ایک حصہ معاف کر دیا گیا۔ پھر جب حضورؐ واپسی پر حضرت موسیٰ کے قریب سے گزرے تو انہوں نے مزید تخفیف کروانے کے لئے کہا۔ حضورؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر بار بار جناب الٰہی میں حاضر ہوئے اور آخر پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو مزید تخفیف کروانے کے لئے کہا تو حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ اب میں مزید کمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض نہیں کروں گا کیونکہ مجھے شرم آتی ہے (یعنی کیا میری امت اتنی ہی گئی گزری ہے کہ وہ دن میں پچاس کی بجائے پانچ نمازیں بھی ادا نہیں کرے گی جب کہ ان کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر رکھا گیا ہے)۔ (بخاری کتاب الصلوۃ: حدیث نمبر۱)

اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ جن میں کسی قسم کی کمی یا تساہل جائز نہیں۔

(ب) حضرت امام غزالی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کیمیائے سعادت" میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:-

"نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنا دین کھو دیا"

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ دین میں افضل ترین عمل کیا ہے تو جواب فرمایا کہ وقت پر نماز ادا کرنا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے۔

("کیمیائے سعادت" باب الصلوۃ: صفحہ ۱۶۴)

(ج) نماز مسلمان کی پہچان ہے اور مسلمان ہونے کا ایسا قوی اور حتمی ثبوت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے اور جسے قول رسولؐ کی سند حاصل ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:-

"جو کوئی ہمارے جیسی نماز ادا کرے۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ ایسا مسلمان ہے جس کے لئے اللہ کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ کے ذمہ کے بارے میں عہد شکنی نہ کرو"۔

(تجرید البخاری کتاب الصلوۃ: حدیث نمبر۲۹: ناشران ملک دین محمد اینڈ سنز: کشمیری بازار لاہور پاکستان)

اس حدیث مبارکہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے وہاں اس بات کی بھی سند مہیا ہے کہ اسلام اور حضرت بانی اسلام کے نزدیک مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

(د) اپنے نوجوان طبقہ کو نماز کی اہمیت اور شوق کا احساس دلانے کے لئے ایک اور حدیث شریف درج کی جاتی ہے جس کو سچے دل سے پڑھنے کے بعد کوئی بھی نماز میں غفلت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی بازپرس کی جائے گی"۔

یہ صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے روز اگر نمازوں کا حساب درست نکلا تو آگے دوسرے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ لیکن اگر شروع میں ہی نمازوں کے حساب میں ناکامی ہوئی تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ تمہارے باقی اعمال کا حساب کیا لینا تم تو پہلی منزل پر ہی فیل ہو گئے ہو۔

ان احادیث کو پڑھنے کے بعد کوئی عقلمند نماز میں سستی نہیں کرسکتا۔ ہمارے نوجوانوں کو یہ بات دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں سمو لینی چاہئے کہ کسی طور پر بھی پنجوقتہ نماز میں کوئی چھوٹ نہیں ہے۔ ہاں بیماری اور مجبوری کی وجہ سے نمازیں جمع تو ہو سکتی ہیں۔ سفر میں قصر بھی کی جاسکتی ہیں لیکن پانچ نمازیں ہم سب پر روزانہ پڑھنی فرض ہیں۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ اور آئمہ جماعت کے ارشادات

(الف) حضرت اقدس کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔ (کشتی نوح: صفحہ ۱۳)

(ب) پھر فرمایا:۔

"نماز چیز کیا ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود شریف کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے...... نماز آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لئے لائے گا؟ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے"۔ (کشتی نوح: صفحہ ۳۵)

(ج) حضرت اقدس شرائط بیعت میں سے شرط نمبر ۳ کو اس طرح شروع فرماتے ہیں:۔

"یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ؐ کے ادا کرتا رہے گا"۔

(د) حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"ایمان کی جڑ بھی نماز ہے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا حاجت ہے۔ اے نادانو! خدا کو حاجت نہیں مگر تم کو تو حاجت ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری طرف توجہ کرے۔ خدا کی توجہ سے بگڑے ہوئے کام سب درست ہو جاتے ہیں۔ نماز ہزاروں خطاؤں کو دور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصول قرب الٰہی ہے"۔

(ملفوظات: جلد ہفتم: صفحہ ۳۷۸)

(ر) حضرت خلیفہ المسیح الاول حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں:۔

"نماز مومن کا معراج ہے۔ تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ کبھی اس میں غفلت نہ کرو"۔

(بحوالہ الفضل ۹ مئی ۱۹۹۰ء: صفحہ ۷: کالم نمبر ۱)

(ز) حضرت مصلح موعود اپنی تقریر "ذکر الٰہی" میں فرماتے ہیں:۔

"اب میں نماز کے متعلق بتاتا ہوں۔ یہ سب سے ضروری ہے اور اہم ذکر ہے۔ کیونکہ اس میں کبھی انسان کھڑا ہو کر ذکر کرتا ہے اور کبھی رکوع میں۔ کبھی سجدہ میں، کبھی بیٹھ کر۔ پھر نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس کے علاوہ اور اذکار بھی کرتا ہے۔ پس نماز سب ذکروں کی جامع ہے"۔

("تقاریر محمود" ذکر الٰہی: صفحہ ۲۳)

پھر حضرت فضل عمر کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب کوئی احمدی نماز چھوڑتا ہے تو وہ اسی وقت جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(س) ہمارے موجودہ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کے ایک حصہ کا خلاصہ...!:۔

"عبادت الٰہی کے اعلیٰ معیار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جس میں سب سے پہلی چیز قیام صلوۃ ہے۔ جس میں ابھی کئی قسم کے خلاء پائے جاتے ہیں۔ ہر فرد جماعت پانچ وقت نماز کا عادی ہو اور باترجمہ نماز اس کو آتی ہو اور سوچ سمجھ کر نماز ادا کرے"۔

(روزنامہ الفضل ربوہ: سالانہ نمبر ۱۹۸۹ء: صفحہ نمبر ۱۰)

حضور ایدہ اللہ الودود نے نماز سے متعلق ایک خطبہ جمعہ میں نماز کی اہمیت اور تلقین کو واضح کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔

میں اس کے بیان سے کبھی تھک نہیں سکتا"۔

نماز جن کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے ذاتی شغف اور ذاتی سرور کا یہ عالم تھا کہ آپؐ اکثر فرمایا کرتے تھے "**جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ**" یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(چالیس جواہر پارے: صفحہ ۱۸۔۱۹)

سیرت اور تاریخ کی کتب کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وصال بروز پیر بعد ادائیگی صلوۃ الفجر بوقت چاشت ہوا تھا۔ چاشت کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سورج کے کچھ بلند ہونے سے لے کر ظہر سے قبل تک رہتا ہے۔ حضورؐ کے چند آخری لمحات کس شوق اور آرزو میں گزرے۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کے شمائل اور خصائل پر مبنی کتاب "شمائل ترمذی" مؤلفہ امام المحدثین حافظ محمد بن عیسیٰ ترمذی (مؤلف جامع ترمذی) سے دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں:۔

"سالم بن عبیدؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا وقت ہو جانے کا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لے جانے کی طاقت نہ تھی اس لئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلالؓ سے کہو کہ نماز کی تیاری کریں اور صدیق اکبرؓ نماز پڑھائیں"۔

(شمائل ترمذی: باب وفات رسولؐ: حدیث نمبر۲)

اسی کتاب کی حدیث نمبر۱ میں درج ہے:۔

"حضور اکرمؐ کا آخری دیدار نصیب ہوا۔ وہ وہ وقت تھا جب کہ حضور اکرمؐ نے مرض الوفات میں دو شنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولت کدہ کا پردہ اٹھایا کہ امتیوں کی آخری نماز کا آخری معائنہ فرمالیں۔ اس وقت آپؐ کا چہرہ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا۔ لوگ اس وقت صدیق اکبرؓ کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے....... اور اسی دن (حضورؐ کا) وصال ہوگیا"۔

(شمائل ترمذی مترجم: صفحہ ۴۱۹: ناشر مکتبہ رحمانیہ: اردو بازار لاہور)

یعنی حضرت سرور کائناتؐ نے جو آخری کام اپنی امت کے لئے کیا وہ صحابہؓ کی نماز کا معائنہ اور اس پر بے پناہ اظہار اطمینان و مسرت تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کا چہرہ مبارک چمک اٹھا۔ حضورؐ کے سچے عشاق اور امتیوں میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں کہ انہیں بموجب حکم خدا اور رسول نماز سے سچی لگن اور محبت تھی اور ان کا خاتمہ بھی نماز پر ہوا (بوقت چاشت قبل از ظہر)۔ چنانچہ اپنی تاریخی کتاب "سلسلہ احمدیہ" میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے سفر لاہور کے دوران آخری لمحات میں:۔

"صبح کی نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جب کہ خاکسار مؤلف بھی پاس کھڑا تھا نحیف آواز میں دریافت فرمایا "کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟" ایک خادم نے عرض کیا ہاں حضور ہوگیا ہے۔ اس پر آپ نے بسترے کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی مگر اسی دوران میں بے ہوشی کی حالت ہوگئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا "کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے"۔ عرض کیا گیا کہ ہاں حضور ہوگیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی۔ مگر جب کبھی ہوش آتا وہی الفاظ "اللہ میرے پیارے اللہ" سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا...... پھر آخر ساڑھے دس بجے کے قریب.... آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی"۔ (سلسلہ احمدیہ: صفحہ ۱۸۳۔۱۸۴)

حضرت چوہدری سر ظفراللہ خان صاحب، جنہیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں "کلمۃ اللہ" قرار دیا، کے متعلق ماہنامہ "انصار اللہ" نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء میں حضرت چوہدری صاحب کے داماد اور امیر جماعت لاہور محترم حمید نصراللہ خان صاحب کا ایک مضمون

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۸ پر)

پردے کی روح کو سمجھنا چاہئے اور اس روح کی حفاظت کرنی چاہئے

ہر اس چیز سے علیحدگی اختیار کریں جس کے نتیجے میں آپ لازماً ذکر الٰہی سے محروم ہو جائیں

عورتوں کا قوم کی تربیت میں بہت گہرا دخل ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۳ء بمقام مسجد فضل لندن سے اقتباس

خواتین کی تربیت کے حوالہ سے میں سمجھتا ہوں کہ بعض بدیاں جو رفتہ رفتہ خواتین میں راہ پا جاتی ہیں ان کی طرف متوجہ کروں اور یہ ایسی بدیاں ہیں جو بار بار نکال دینے کے باوجود پھر داخل ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کان پکڑ کر بار بار اٹھایا جائے کہ اس مجلس کو چھوڑو تمہارا یہاں کوئی تعلق نہیں تو وہ پھر کسی دوسرے رستے سے آکر وہیں بیٹھ جائے۔ پس بعض بدیاں ہیں جو نفسیاتی لحاظ سے بعض ایسے رستوں سے داخل ہو جاتی ہیں کہ جہاں انسانی نفس عملاً ان کو بلاتا ہے اور دعوت دیتا ہے۔ پس ایک طرف سے ایک نکالنے والا اعلان کرتا ہے کہ نکلو نکلو یہ جگہ چھوڑ دو۔ تمہارا یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں تو دوسری طرف سے تمام نفوس کے اندر ایک آواز دینے والا پیدا ہو جاتا ہے کہ ٹھیک ہے تمہیں نکالا گیا تھا لیکن مستقل تو نہ پیچھا چھوڑو، کبھی کبھی آ بھی جایا کرو۔ آؤ مل بیٹھتے ہیں کچھ لطف اٹھاتے ہیں یہ جو بدیاں ہیں ان میں رسم و رواج کی بدیاں ہیں۔ ان بدیوں میں بے پردگی کا رجحان ہے ان بدیوں میں سماج سے متاثر ہو کر بعض حرکتوں میں ملوث ہونے کی عادتیں ہیں۔ یہ تمام وہ بدیاں ہیں جو بار بار احمدی خواتین میں داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں اور بار بار ان کو باہر نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے پھر کچھ دیر کے بعد جب خواتین سمجھتی ہیں کہ اب یہ بات پرانی ہو گئی تو پھر ان کو دعوت دیتی ہیں کہ آجاؤ اب کوئی بات نہیں کافی جدائی ہو گئی اب پھر کچھ دیر مل بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ اب پھر مجھے ایسی اطلاعیں مل رہی ہیں کہ بعض بدیاں بڑے زور کے ساتھ دوبارہ احمدی خواتین کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت کی تقریبات وغیرہ میں داخل ہو رہی ہیں۔ سب سے پہلے پردے کے متعلق میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ رفتہ رفتہ وہ پردہ جو برقعے سے چادر بنا تھا اب وہ ایسی چادر بن گیا ہے جو سر سے سرک کر کندھوں پر آئی ہے اور کندھوں سے بھی سرکتی جا رہی ہے اور بعض دفعہ پھر کہہ دیا جاتا ہے کہ جب خالی چادر ہی اٹھانی ہے تو کیا فائدہ؟ پھینکو اس کو دکھاوا ہی ہے نا اور پھر وہ چادر کندھے سے بھی اتر جاتی ہے۔ جماعت کی بعض پردہ دار خواتین کی طرف سے مجھے بہت طعنے ملتے ہیں کہ آپ ان کی پردہ پوشی کر رہے ہیں۔ ایک نے تو مجھے یہ بھی لکھا کہ لوگ کہتے ہیں انگلستان جا کے آپ بہت ماڈرن ہو گئے ہیں اور بعض باتوں کی طرف آپ عمداً توجہ نہیں دیتے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ جو بات درست ہے وہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ اس میں میرا قصور ہے تو کس حد تک۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ تربیت میں ڈنڈا نہیں چلا کرتا اور جب بھی چلتا ہے وقتی فائدہ دیتا ہے اور اس کے ساتھ نقصان بھی بہت پہنچ جاتا ہے تو شروع سے ہی میرا طبعی رجحان اس طرف ہے کہ تربیت میں اگر آپ ڈنڈا نہیں چلائیں گے تو پھر دوسرے طریق پر بہت محنت کرنا پڑے گی اور بار بار ان باتوں کو چھیڑنا پڑے گا مختلف طریق پر جماعت کو سمجھانا پڑے گا۔ ایک دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کیا فائدہ ہو رہا ہے اور بیماری پھر بھی دکھائی دے رہی ہے یہ اس کی کم نظری ہے ڈنڈے کی صفائی اول تو دل کی صفائی نہیں ہوا کرتی۔ اس سے سرخمیدہ ہو سکتے ہیں لیکن ٹیڑھے مزاج سیدھے نہیں ہوا کرتے۔ نصیحت کے اثرات کے تابع اگرچہ آہستہ اثر ہو یا تھوڑا اثر ہو مگر ایسے اثرات پیدا ہوتے ہیں جو رفتہ رفتہ قوم کی سرشت بننے لگ جاتے ہیں۔ اگر ایک سال میں ایسی بات نہ ہو دو میں نہ ہو دس میں نہ ہو بیس سال میں بھی نہ ہو تب بھی قرآن کریم کا یہ فیصلہ لازماً سچا نکلتا ہے

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نصیحت کر اور کرتا چلا جا اور ہم تجھے یقین دلاتے ہیں کہ نصیحت ضرور فائدہ مند ہو گی۔

پس جہاں تک پردے کے متعلق نصیحت کا تعلق ہے میں نے خلافت کا آغاز ہی اس نصیحت سے کیا تھا اور لجنہ اماء اللہ کو نہیں بلکہ جلسہ سالانہ میں خواتین کے اجتماع کے موقع پر ان کے جلسہ سالانہ پر پہلا خطاب ہی اس موضوع پر رکھا تھا اور اس کے بعد مسلسل مختلف وقتوں میں مختلف طریق پر سمجھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ لجنات کے خطاب میں جرمنی میں بھی، امریکہ میں بھی، انگلستان میں بھی اور دوسرے خطبات میں بھی عورتوں کو نصیحت کرتا رہا ہوں کہ پردہ اگر برقع نہیں ہے تو کچھ تو ہے نا۔ پس جو کچھ بھی ہے اسکی تو حفاظت کرو۔ یہ درست ہے کہ ہر معاشرے میں ہر حالات میں بعینہ وہ برقع پردہ نہیں جو پاکستان میں رائج ہے یا ہندوستان میں رائج ہے۔ اگر اسی کو بعینہ پردہ سمجھا جائے تو پھر عرب ممالک میں اور رنگ کا ہے انڈونیشیا میں اور رنگ کا ہے مختلف ممالک میں اسکی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ انگلستان میں اور رنگ کا ہے امریکہ میں اور رنگ کا ہے جرمنی میں اور رنگ کا، ہر جگہ رنگ بدلے ہیں لیکن سب سے اہم بات جسے یہ معترض نظرانداز کر دیتے ہیں کہ ان کے اپنے ملک میں بھی مختلف معاشروں میں اور اور رنگ کے پردے ہیں۔ کھیتوں میں جب عورتیں اپنے خاوندوں یا بھائیوں وغیرہ کی روٹی لے کر جاتی ہیں تو وہ کونسے برقعے پہن کے جاتی ہیں۔ روزمرہ کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ دودھ بیچنے والیاں آتی ہیں اور اچھی شریف بیبیاں ہوتی ہیں لیکن باوجود اس کے کہ بہت سی احمدی جماعتوں میں وہی رواج ہیں جو دیگر دیہات میں ہیں لیکن یہ اعتراض کرنے والے ان پر نہیں کرتے۔ کیا یہ اس وقت ماڈرن ہو چکے ہوتے ہیں؟ اصل میں ان کا ضمیر گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ پردہ حالات کے مطابق ہوا کرتا ہے اور پردے کی ایک روح ہے اس روح کی حفاظت ضروری ہے۔

پس کھیتوں میں کام کرنے والی اگر گھونگھٹ لیتی ہے اور اس حد تک لیتی ہے کہ رستہ میں ٹھوکریں نہ کھاتی پھرے بلکہ اس کو رستہ دکھائی دے اور اپنے آپ کو اس حد تک ڈھانپ کر رکھتی ہے اور اس حد تک لجاجت سے چلتی ہے کہ اسکی حیا نمایاں ہو جاتی ہے اور اس کے بدن کے حسن سے باہر اس کی حیا دکھائی دینے لگتی ہے تو یہ جو کیفیت ہے یہ درحقیقت پردہ ہے اور پردے کی حقیقی روح اس کے اندر داخل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس کی ایک بیٹی کی چال کے متعلق جو حضرت موسیٰؑ کو یہ پیغام دینے کے لئے واپس آئی تھی کہ میرا باپ تمہیں بلا رہا ہے فرمایا

"علیٰ استحیاء"

وہ حیاء کے ساتھ لچکتی ہوئی آئی تھی۔ ایک لچک ہوتی ہے جو انسان کے اندر اپنے حسن کو ظاہر کرنے کے لئے دکھانے کے لئے لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ہوتی ہے ایک حیا کے نتیجے میں عورت جھولتی ہے اور اس کے بدن میں ایک لچک پیدا ہوجاتی ہے، ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جو شرما کر چلنے والی عورت ہے اسکی حیا اس کا پردہ بن جاتا ہے اور وہ نظروں کو دھکا دیتی ہے کہ خبردار جو مجھے بری نظر سے دیکھا۔

پس پردے کی روح کو سمجھنا چاہئے اور روح کی حفاظت کرنی چاہئے۔ جہاں پردہ برقعے کی صورت میں رائج ہو چکا وہاں بہت بڑا خطرے کا مقام ہے۔ یہ کہہ کر کہ پردے کی روح تو ہم قائم رکھ رہی ہیں، برقعے کی کیا ضرورت ہے؟ انسان برقعے کو اتار پھینکے۔ چونکہ یہ بات سچی بھی ہوسکتی ہے جھوٹی بھی ہوسکتی ہے اور اکثر صورتوں میں جھوٹی ہوتی ہے۔ وہ خواتین جو برقع اتار پھینکتی ہیں اگر ان کو واقعتاً پردے کی روح پیاری ہو تو اپنی خاطر نہ سہی اپنی اولاد کی خاطر اس مصیبت کو کچھ دن اور برداشت کرلیتیں۔ جانتی ہیں کہ یہ پردہ اس طرح ضروری نہیں۔ جانتی ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے عفت عطا کی ہے، حیا عطا کی ہے، میں ہرگز کسی غیر کو نہ بری نظر سے دیکھتی ہوں نہ اسکی بری نظر کو دعوت دیتی ہوں پھر بھی وہ برقعے کو اس لئے جاری رکھتی ہیں کہ ان کی آگے بچیاں ہیں کہیں وہ غلط پیغام آگے نہ دے دیں۔ عام طور پر وہی اتارتی ہیں جن کے سامنے بہانہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم روح کو قائم رکھ رہی ہیں۔ آپ اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی نظر دل پر ہوتی ہے۔

"انما الاعمال بالنیات"

اعمال کا فیصلہ نیتوں پر ہوتا ہے اس لئے حقیقت میں جو دل کی گہرائی کا فیصلہ ہے وہ یہ ہے کہ اس مصیبت سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی اور ہم ابھی تک برقعوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ برقعوں سے نکل کر جو دنیا دکھائی دیتی ہے وہ ان کو زینت دکھائی دیتی ہے وہ دلکش دکھائی دیتی ہے اور جب برقع پھینکتی ہیں تو پھر وہیں نہیں ٹھہرتیں۔ اس دلکشی کی طرف ضرور حرکت کرتی ہیں۔ ضرور قدم اٹھاتی ہیں کہ اس زینت سے کچھ حصہ پالیں جس کے مزے غیر اڑا رہے ہیں۔ یعنی ان کا قدم احمدی معاشرے سے غیر احمدی معاشرہ کی طرف اور مسلم معاشرے سے غیر مسلم معاشرے کی طرف ضرور اٹھتا ہے اور اگر یہ اٹھ رہا ہے تو ان کا نفس کا بہانہ جھوٹا تھا۔ انہوں نے پردے کی شکل نہیں بدلی، پردے کو ردّ کیا ہے اور بیک وقت ردّ کرنے کی طاقت نہیں اس لئے رفتہ رفتہ منزل بہ منزل ردّ کرنا چاہتی ہیں۔ پہلے چادر میں آئیں گی پھر چادر سرکے گی پھر چادر اتار کر پھینک دی جائے گی پھر مکس پارٹیاں ہونگی پھر کلبوں میں جانا شروع ہوں گے اور ان کے دیکھتے دیکھتے ان کی بیٹیاں ان سے دس قدم اور آگے بھاگ رہی ہوں گی اور جب وہ ہاتھ سے نکلیں گی جب غیروں سے شادیاں کریں گی یا بغیر شادی کے بھاگ جائیں گی تو پھر وہ روتی ہوئی میرے پاس آئیں گی یا کسی اور کے پاس پہنچیں گی کہ دیکھو جی یہ معاشرہ کیسا زہریلا ہے کتنا خطرناک ہے، ہم کیا کریں ہمارا بس کوئی نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں جانتیں کہ ان کا بس تھا انہوں نے استعمال نہیں کیا بچپن سے اپنی اولاد کو غلط پیغام دیا ہے بہانے تراشے ہیں اور حیا کے ساتھ اپنی عزت کی حفاظت نہیں کی اور بچے اس پیغام کو خوب سمجھتے ہیں اور جب وہ سمجھ لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پھر اس جھوٹے موٹے بہانے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ پھر آزادی کے ساتھ دنیا میں نکلو اور جو چاہے کرتے پھرو۔

پس عورتوں کا قوم کی تربیت میں بہت گہرا دخل ہے۔ ایسی اطلاعیں ملتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے بیاہ شادی کے موقعوں پر بہت زیادہ بے احتیاطیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ بعض دفعہ ایسے خاندانوں کی براتیں آتی ہیں جن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے لیکن ان گھروں میں جب باراتیں آتی ہیں تو وہ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہ بارات تو ہمارے قبضہ کی نہیں تھی۔ پوری بے پرد بارات، اس میں غیر احمدی بھی بے پرد اور احمدی بھی بہت سے بے پرد اور مل جل کر اکٹھے ایک ہی ہال میں دعوتیں منائی جارہی ہیں اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اس سے وہ لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں کہ تم ہمارے اندر دخل دینے والے کون ہوتے ہو۔

اس ضمن میں یہ بھی سمجھانا ضروری ہے کہ اعتراض اگر کریں گے تو پھر یہی سلوک ہوگا۔ قرآن کریم نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ جب تم معاشرے میں کوئی برائی دیکھو تو اعتراض کرو۔ یہ اعتراض بھی ایک خاص انداز کی بات ہے یہ فرمایا ہے اسے دور کرو یعنی اول مقصد برائی کو دور کرنا ہے جس انداز سے وہ دور ہوسکتی ہے وہی صحیح انداز ہے۔ اگر دور ہونے کی بجائے وہ بڑھ جائے یا بغاوت میں تبدیل ہوجائے تو قرآنی ہدایت کی خلاف ورزی کے نتیجے میں ایسا ہوگا۔ فرمایا اس کو دور کرو اور اگر دور کرنے کی طاقت نہیں ہے تو نصیحت کے ذریعے اسے روکنے کی کوشش کرو۔ پس نصیحت اور اعتراض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جب ایک انسان نصیحت کرتا ہے تو نصیحت کا انداز وہ کس سے سیکھے گا۔ معترضین سے؟ یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے نتیجے میں کبھی کسی کو دھکا نہیں لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے نتیجے میں کبھی کسی کی عزت نفس مجروح نہیں ہوئی بلکہ اس نصیحت میں پیار بھی پایا جاتا تھا اور غضب بھی پایا جاتا تھا اور پھر حتی المقدور یہ احتیاط ہوتی تھی کہ اس نصیحت کے نتیجے میں دوسروں کے سامنے کسی کی سبکی نہ ہو۔

پس نصیحت کے اس انداز کا فقدان اعتراض ہے اور بعض لوگ جماعت میں نیکی کے نام پر گویا اپنی ذات کو یہ کریڈٹ دے رہے ہوتے ہیں، اپنے سر پر خود یہ سہرا لگا رہے ہوتے ہیں کہ دیکھو ہم ناصح ہیں ہمیں تو یہ باتیں پسند نہیں ہیں اور کہتے اس انداز سے ہیں کہ ان کی انا کو تو خراج تحسین ہوجاتا ہے لیکن جس کو کہی جاتی ہے اس کو بات فائدہ نہیں پہنچاتی۔ اس پر غلط ردعمل پیدا ہوجاتا ہے۔

پس اگر ایسے مواقع ہیں جہاں اس قسم کی ناواجب حرکتیں ہورہی ہیں تو اسلامی تعلیم کے مطابق کام کریں۔ اسلامی تعلیم کے مطابق خاندان کے وہ بڑے جن کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو روک دیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں کو روکیں کیونکہ گھر کے بڑے اگر کہیں کہ ایسی حرکت ہوگی تو ہم شامل نہیں ہوں گے تو ان کی بات کا ضرور اثر ہوتا ہے روک دینے سے مراد یہ ہے کہ اگر تم میں صحیح طریق پر روکنے کی طاقت ہے تو روکو اور جن لوگوں نے نہیں روکا وہ باقاعدہ مجرم بن جاتے ہیں اور اگر روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے سمجھاؤ اور زبان سے سمجھانے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا طعن آمیزی کا رنگ نہیں ہونا چاہئے جہاں طعنہ آیا وہاں بات اثر چھوڑ دے گی۔ نصیحت اور پردرد نصیحت کے ذریعے انہیں سمجھائیں اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو پھر دل میں بُرا منائیں۔ دل میں برا منانے کا مطلب یہ نہیں دل کے اندر ہی بُرا منا کر بیٹھ جاؤ۔ اس بُرا منانے کا کوئی اثر ضرور ظاہر ہونا چاہئے چنانچہ قرآن کریم نے ایسی مجالس جن میں بدذکر چل رہے ہوں ان میں بُرا منانے کا ایک طریقہ خود سکھا دیا ہے فرمایا ہے جب تک ایسی باتیں ہوں ان سے اٹھ کر آجاؤ۔

پس اگر ایسی شادیاں ہورہی ہوں جہاں بے حیائیاں ہورہی ہوں اور بعض دفعہ تو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ اس بہانے کہ لڑکیاں ہی ہیں ناچ کئے گئے ہیں اور اس بہانے کہ صرف گھر کے لوگ ہیں خود دولہا میاں نے بھی بیوی کے ساتھ مل کر وہاں ڈانس کیا

ہے۔ یہ شاذ کے طور پر واقعات ہیں لیکن نہایت ہی خطرناک دروازے کھولے جارہے ہیں۔ اگر یہ دروازے بند نہ ہوئے اور آئندہ یہ باتیں رواج پا گئیں تو جنہوں نے یہ دروازے کھولے ہیں ان پر آنے والی نسلوں کی بھی لعنتیں پڑیں گی اور وہ خدا کے نزدیک ذمہ دار قرار دیئے جائیں گے۔ یہ کوئی بہانہ نہیں ہے کہ اور کوئی نہیں ہے، ہم ہی ہیں ہمارے سامنے کیا ہورہا ہے۔ اصل میں یہ باتیں اس بات کی مظہر ہیں کہ دل میں غیر اللہ کا رعب آچکا ہے۔ وہ بعض باتیں غیر سوسائٹیوں میں دیکھتے ہیں اور بہت سخت دل چاہ رہا ہوتا ہے کہ ہم بھی ایسا کریں۔ جب دل چاہنے لگ گیا تو اس کے ہوگئے جس کے اوپر دل آگیا۔ اب موقع ملنے کی بات ہے بہانہ ڈھونڈ کر مخفی طور پر چھپ کر کھائیں یا لوگوں کے سامنے کھائیں، جہاں تک دل کی خواہش سے کھانے کا تعلق ہے وہ واقعہ تو ہوگیا۔ اب سؤر کھانا منع ہے یہ مطلب تو نہیں کہ سوسائٹی میں منع ہے چھپ کے کھانا بھی تو اسی طرح منع ہے جس طرح باہر کھانا منع ہے۔ اگر رسمیں بے ہودہ ہیں اور وہ دجّالی رسمیں ہیں تو آپ چاہے سب کے سامنے کریں چاہے چھپ کے کریں ان کی دجّالیت تو ضرور اپنا زہر ظاہر کرے گی اور آپ کی روحانیت کو ضرور مارے گی۔

آپ کیا تصور کر سکتے ہیں کہ ایسے لوگ جو شادیوں کے بہانے اس قسم کی بے پردگیاں کریں۔ آنے والی مہمان عورتوں کی عزت کا بھی خیال نہ کریں۔ باہر کے بیرے کھلم کھلا اندر پھر رہے ہیں کہ اس کا کیا فرق پڑتا ہے یہ کہتے ہوئے مہمان عورتوں کی عصمت سے ان کو کھیلنے کا کیا حق ہے کہ آجکل کی ماڈرن سوسائٹی میں یہی چل رہا ہے اگر بے حیائی کرنی ہے تو پھر مہمان خواتین کو ایک طرف کر دیں۔ ان کو کہیں کہ آپ اٹھ کر چلی جائیں۔ جن کو اپنی عزت اپنے پردے کا پاس ہے وہ یہاں نہ بیٹھیں کہ ہم ایسی حرکتیں کرنے والے ہیں جن کو آپ لوگ پسند نہیں کریں گے۔ ان کو چاہئے کہ اگر کچھ گند کرنا ہے تو پھر ان کو الگ کر کے کریں لیکن پھر وہ اس گند کے ذمہ دار ضرور ہوں گے لیکن مجھے یہ اطلاعیں ملتی ہیں کہ مہمانوں کو بلایا گیا اور اس کے بعد مردوں کو جو پہلے ہی کھلم کھلا بیچ میں پھر رہے تھے ان کو تو چھٹی دی کہ یہاں خواتین ہیں اب تم چلے جاؤ لیکن اس کے بعد غیر مرد بیرے لچے لفنگے ہر قسم کے گندے اخلاق والے ان کو کہا کہ اب اندر آجاؤ اور کھانا "سرو" کرو یہ کرو اور وہ کرو۔

قرآن کریم نے جہاں گھر کے نوکروں سے پردے میں نرمی کا اظہار فرمایا ہے وہاں ایسے نوکروں کا ذکر ہے جن میں اربہ نہیں رہی۔ غیر اولی الاربۃ۔ گھر والے جانتے ہیں کہ ان میں نفسانی خواہش کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں اور گھر کے پلے ہوئے یا بڑے ہوئے بچے ایسے ہیں جن سے گھر کی عورت کی عزت نہ صرف کلیۃً محفوظ بلکہ اس کا واہمہ بھی اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اس ذمہ داری پر اس اصول کے تابع جب گھر میں نوکروں سے نسبتاً نرمی کی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہوٹلوں کے بیروں کو بھی اندر بلا لو اور پھر ان کی موجودگی میں بلاؤ جو تمہارے گھر کے افراد نہیں ہیں۔

پس یہ سارے نفس کے بہانے ہیں اب آپ یہ بتائیے کہ آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ یہ سارے لوگ ذکر اللہ کرنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبتل کے بعد ذکر کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ میں آئندہ خطبے میں انشاء اللہ اس مضمون کو مزید واضح کروں گا۔ تبتل ہر ایسی چیز سے ضروری ہے جس کے ساتھ ذکر اللہ اکٹھا نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ جن کی نظریں دنیا کی چمک دمک پر جا پڑی ہیں اور دنیا کی چمک دمک کی مقید ہو چکی ہیں اسکی قیدی بن چکی ہیں جن کے اندر ہر وقت یہ تمنا کروٹیں بدلے کہ موقع ملے تو ہم بھی ایسا کریں جب موقعہ ملے تو وہ ایسا کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی سوچیں ان کو اللہ کے ذکر کا موقعہ ہی نہیں دیا کرتیں ان کی تمناؤں کے رخ بدل چکے ہوتے ہیں دنیا ان کی مطلوب ہو چکی ہوتی ہے اور یہ خیال کہ ادھر سے وہ ایسی بے پردہ مجالس میں شامل ہو کے آئیں اور بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جائیں۔ یہ محض بچگانہ خیال ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو نصیحت فرمائی ہے اس پر تفصیل سے عمل کریں۔ ہر اس چیز سے علیحدگی اختیار کر لیں جس چیز کے نتیجے میں آپ لازماً ذکر الٰہی سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ جو مضمون ہے یہ بہت وسیع ہے میں نے آپ کو نصیحت کے طور پر چند مثالیں دی ہیں لجنہ کا فرض ہے کہ ان باتوں میں نگران رہیں۔ اگر کوئی بلانے والی خود یہ کہہ کر آپ کو نہیں اٹھاتی کہ اب ہم ایسی حرکتوں میں ملوث ہونے والے ہیں کہ ہو سکتا ہے آپ کے دل پر چوٹ لگے تو قرآن کریم نے جو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ خود ہی اٹھ کے آجایا کرو اس سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یہ معاشرے کا اصل دباؤ ہے ڈنڈے مارنا نہیں ہے۔ ڈنڈے مارنے کے نتیجے میں نصیحت نہیں ہوا کرتی۔ مگر معاشرہ اگر وہ طریق اختیار کرے جن کی قرآن نے نصیحت فرمائی ہے اور جو حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں تو نہی عن المنکر کا یہ بہترین انداز ہے اور یہ جو برائیاں بار بار اندر آتی ہیں بار بار دھکے کھا کر باہر چلی جائیں گی۔ ان کو گھر کے ماحول کے اندر خوش آمدید کہنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ کیونکہ دوسری طرف سے یہ اثرات جو ہیں پوری طرح بیدار رہیں گے۔

پس یہ انسانی نفسیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے کہ بعض برائیاں آپ نکالیں تو واپس آئیں گی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ معاشرے کی خرابیاں بار بار واپس آنے کی کوشش نہیں کریں گی۔

مگر قرآن کریم نے اس کے جواب میں نہی عن المنکر کرنے والے مامور فرما دیئے ہیں ہر گھر میں مامور فرمائے ہیں ہر مجلس میں ہر گلی میں، ہر شہر میں مامور فرمائے ہیں۔ ان کا کام ہے جب آئیں تو وہ مقابل پر آواز اٹھائیں۔ شرافت کی آواز دبنی نہیں چاہئے مگر شرافت کی آواز شریفانہ طور پر بلند ہونی چاہئے اور یہ وہی طریق ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا۔ نصیحت کے نام پر بدتمیزیاں نہ کریں۔ نصیحت کے نام پر دل آزاریاں نہ کریں۔ مگر دلداری کی خاطر نصیحت سے احتراز بھی گناہ ہے۔ دلداری کی خاطر خاموشی سے ایک بدی کو قبول کر لینا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ درمیان کی جو صراط مستقیم ہے اس پر قائم رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

امریکہ ہم اور ہمارے بچے

طلعت سعید طلعت

پاکستان میں رہتے ہوئے امریکہ آنے اور یہاں رہنے کے خواب بڑے حسین نظر آتے ہیں ۔ وہاں سے آتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہمیں پر لگ گئے ہوں اور ساری دنیا ہمارے نیچے ہے ۔ مگر یہاں پہنچ کر احساس ہوتا ہے کہ ہم خوابوں کے جس سنہرے دیس میں اتر رہے ہیں وہ کسی گمشدہ شہر کی طرح ہمارے خوابوں سے بچھڑ گیا ہے اور امریکہ سے وابستہ حسین سپنے بکھرتے چلے جا رہے ہیں ۔ اپنے ملک میں اونچی کرسیوں اور بڑے عہدوں سے لطف اندوز ہو کر جب ہم ادھر کے اسٹوروں پر کولھو کے بیل کی طرح کام کرتے ہیں تو ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں ۔ پاکستان میں ہم گھنٹے اور دن بغیر کسی حساب کے ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ یہاں پر مہینہ گزرنے کے بعد تنخواہ تو مل ہی جاتی ہے ۔ لیکن یہاں پر ایک گھنٹہ بھی ضائع کرنے کا تصور نہیں ۔ آپ جتنے گھنٹے کام کریں گے اسی حساب سے پیسے بنا پائیں گے ۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ نہ اپنا ماحول ، نہ اپنے عزیز و اقارب ، نہ بہن بھائی ، قریب نہ ان کی خوشیوں اور غموں میں شراکت داری ، نہ دوستوں کی محفلیں ، نہ اپنی سماجی زندگی کا لطف ! امریکہ جیسے ملک میں رہ کر بھی ہم سات سمندر دور کے پردیس اور اس کی ذہنی و جسمانی اذیتوں اور تکلیفوں کا شکار ہیں ۔

یہ تو ٹھہرے امریکہ اور ہم ..... اور خوابوں کی بکھری کرچیاں !!

اب آئیں ذرا بچوں کی طرف ! جن کے کچے پکے ذہن اپنے ارد گرد کے ماحول سے کبھی متاثر نہیں ہوتے ہیں ، کبھی بھٹکتے ہیں ، اور کبھی ان راہوں پر چلنے کی کوششیں کرتے ہیں جو ان کی نہیں ہیں ۔ مگر ان کے سامنے پھیلی ضرور ہوئی ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کی درسگاہیں جدید تعلیمی سہولتوں سے آراستہ و پیراستہ ہیں ۔ اسکولوں ، کالجوں ، اور یونیورسٹیوں کی عمارتیں خوبصورت وسیع اور معلومات کی رنگا رنگی سے بھری پڑی ہیں ۔ اساتذہ چوک و چابند اور ذہنوں میں علم کی وسعتیں لئے ہوئے ہیں ۔ کھیل کے میدان پر رونق اور بھرپور دلچسپیاں لیئے ہوئے ہیں ۔ لیکن ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ کم عمر بچوں کی آزادی اور جنسی بے راہ روی ایسے راہ چلتے مسافر ہیں جن سے مصافحہ نہ بھی کیا جائے تو علیک سلیک ہونے کا امکان ضرور ہوتا ہے ۔ وہ بچے جو ادھر پیدا ہوئے ان کی بات اور ہے انہیں ہم کسی قسم کا الزام نہیں دے سکتے ۔ وہ مکمل طور پر اپنے والدین کی ذمہ داری ہے ۔ وہ جیسا ماحول گھر میں دیں گے بچے بیرونی ماحول کے ساتھ ساتھ گھر کے ماحول کے بھی عادی ہوں گے ۔

جو آٹھ دس سال کی عمر میں ادھر آئے ، ان کے ذہنوں میں کچھ اپنی قدریں ہوں گی اور کچھ ادھر کے ماحول کا اثر گویا نہ وہ تیتر رہیں گے نہ بٹیر اور کچھ بچے وہ ہیں جو دس سال کی اوپر کی عمر میں ادھر آئے ان کے دل و دماغ پر اپنی تہذیب و ثقافت اور مذہب کے گہرے نشان ہوتے ہیں ۔ انہیں معلوم ہے کہ روزہ ، نماز کیا ہے ؟ ہمارا لباس ، ہماری زبان اور دیگر رسم و رواج کیا ہیں ؟ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ والدین اور اساتذہ کا مقام کیا ہوتا ہے اور ان کی عزت و احترام کس حد تک واجب ہے ۔ استاد کی عزت احترام کے سلسلہ میں مجھے ایک چھوٹی سی بات یاد آئی ۔ جب ہم امریکہ میں آئے تو سب سے پہلے ہمارا قیام نیویارک کے ایک شہر لانگ آئی لینڈ میں ہوا ۔ بچوں کو ہم نے گرین لان کے ڈسٹرکٹ اسکول میں داخل کیا ۔ جہاں یہ بچے ادب و آداب کے لحاظ سے خاصے مقبول اور استادوں کے پسندیدہ سٹوڈنٹ تھے ۔ ایک دفعہ میرے بیٹوں کی ٹیچر کلاس کی بدتمیزوں اور رویئے سے تنگ آ کر سر پکڑے بیٹھی تھی کہ اچانک اس نے میرے بیٹے عثمان سے سوال کر دیا کہ ۔

" عثمان ! تم بتاؤ تمہارے ملک میں بچے استادوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں ؟

جب عثمان نے بتایا کہ ہمارے ملک میں بچے استادوں کی بہت عزت کرتے ہیں ۔ اور انہیں اپنے ماں باپ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں ۔ تو وہ یہ سن کر یکدم اٹھی ...... پرس اٹھایا اور باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھی ۔

بچوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہی ہیں ؟

تو اس نے جواب دیا ۔

" پاکستان " ......

یہاں کے استاد کا یہ مختصر سا جواب اس بات کا آئینہ دار ہے کہ یہ قوم اپنے بچوں کی اخلاقی بے راہ روی سے کس حد تک تنگ آئی ہوئی ہے ۔ مگر بے بسی کا یہ عالم ہے کہ ان کے اور والدین کے کنٹرول میں کوئی بات ہی نہیں ہے ۔ اور یہ ایک ایسا المیہ ہے جس سے ہمیں اپنے بچوں کو ہر حال میں محفوظ رکھنا ہے ۔ گو اب ہمارے ملک کے بچے بھی غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے خاصے متاثر ہو رہے ہیں لیکن پھر بھی ان کے ارد گرد اپنے ماحول کی دیواریں کھڑی ہیں ۔ جو یہاں کہیں نظر نہیں آتیں ۔ اس لئے وہ بچے جو سن بلوغت کے وقت ادھر آئے انہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔ کیونکہ ان کے سامنے دو راستے ہیں ، دو خیال اور دو ماحول شانہ بشانہ کھڑے ہیں ۔ جب کہ ان کی سوچ ، ان کا ذہن اور عمر کا یہ حصہ ابھی ایسا مضبوط اور پختہ بھی نہیں ہے راہ میں آنے والے جذباتی طوفانوں اور احساس کی گرم سرد ہواؤں کا مقابلہ کر پائیں ...... مقابلہ تو وہ کرتے ہی ہیں مگر اس میں کس حد تک کامیاب رہ سکتے ہیں اس کا اندازہ انہیں خود بھی نہیں ہوتا ۔

میں خود تین بچوں کی ماں ہوں میرے بچے ان میں سے دو کیٹگری میں آتے ہیں ۔ میری بیٹی دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے جب تک فراک پہننے کی عمر میں رہی زیادہ تشویش نہیں ہوئی ۔ مگر جونہی اس نے ذرا سا قد نکالا تو ہماری فکر بھی اس کے قد کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی ۔ چھوٹی کلاسز میں فراک ، سکرٹ ، شارٹس اور ایسے ہی دیگر لباس جو ہمارے ماحول کی عکاسی نہیں کرتے مگر پہننے میں قابل اعتراض نہیں لگتے تھے کیونکہ پاکستان میں بھی اس عمر کی لڑکیاں ایسے لباس فیشن کے طور پر پہنتی ہیں ۔ مگر جونہی ہماری بیٹی 5th گریڈ میں گئی اس نے اس ماحول کے مطابق پینٹ اور شرٹ یا بلاوز پہننا شروع کر دیا موسم گرما شروع ہوتے ہی اس قوم کے لباس بھی سمٹنا شروع ہو جاتے ہیں ۔ ایسے میں میری بیٹی کی سہیلیاں اور ٹیچر یہی سوال کرتی ہیں ۔

(بشکریہ ہفت روزہ عوام ۱۱ تا ۱۷ جولائی ۱۹۹۷ء)